ماہنامہ

الفرقان

ربوہ پاکستان

اپریل ۱۹۶۰

قرآنی علوم و معارف بیان کرنیوالا رسالہ

بدل اشتراک سالانہ
پاکستان و بھارت: پانچ روپے
دیگر ممالک: دس شلنگ
فی پرچہ آٹھ آنے

دینی، علمی اور تبلیغی مجلہ

ایڈیٹر
ابوالعطاءؔ جالندھری
نائب ایڈیٹرز
چوھدری محمد شریف خالد ایم اے
مولوی غلام باری سیف مولوی فاضل

الفہرست

مقالات و منظومات

۱- اجرام فلکیہ میں آبادیوں کے متعلق قرآنی شہادت
ایڈیٹر ۳
۲- ایک عمدہ خواب اور اسکی تعبیر
جناب مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری ۷
۳- احمدی جماعت کے متعلق تاثرات
جناب سردار دیوان سنگھ صاحب، مفتون ایڈیٹر ریاست دھلی ۹
۴- نماز میں لذت نہ آنے کی وجہ اور اسکا علاج
(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام) ۱۴
۵- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ایک نمونہ
جناب سید سبط الحسن صاحب کراچی ۱۶
۶- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق خدا اور اسکے رسول سے
جناب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب ۱۷
۷- بہائیت کا الٰہ — تضاد و منافقت؟
ایڈیٹر ٹائٹل ب
۸- مجلس الفرقان کے لائف ممبر بننے کی تحریک
ایڈیٹر ۱—۲
۹- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد (نظم)
جناب چوھدری عبدالسلام صاحب اختر ایم اے ۳۰
۱۰- شان سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (فارسی نظم)
قاضی محمد یوسف صاحب پشاور ۳۱
۱۱- شان قرآن مجید (نظم)
حضرت قاضی اکمل صاحب ۳۲
۱۲- پھر حریم شوق میں شور بلی پیدا ہوا (نظم)
جناب مولوی مصلح الدین صاحب راجیکی ۳۳

متفرقات

۱۳- شذرات
(الف) مولانا آزاد اور وفات مسیح ۳۴
(ب) مسٹر دولتانہ پر حکومت کے الزامات
(ج) مولانا اسمعیل شہید کا مسلک اور علماء
(د) شاعری اور شان نبوت
(ح) اخبار صداقت گوجرہ کا تند لہجہ

بہائیت کا اثر

تضاد اور منافقت؟

الفرقان کی گزشتہ اشاعت میں سیالکوٹ کے قاضی علی محمد صاحب کے بہائیوں کی "غیر مسلم اقلیت" میں شامل ہونے کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ابھی تک بہائیوں کی طرف سے حسب وعدہ چار بنیادی اختلافی مسائل پر تحریری تبادلۂ خیالات کے لئے آمادگی کی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ ہمیں انتظار ہے۔ ہاں قاضی صاحب نے "لعنتوں اور افتراؤں" سے پُر خطوط لکھنے شروع کر دئیے ہیں۔ ان کے ¾ ۱۴ کے خط کے جواب میں مَیں نے انہیں ¾ ۲۰ کو لکھا تھا کہ:۔

"آپ نے تحریر فرمایا ہے" اگر مَیں واقعی بُرا تھا تو آپ لوگوں کو خوش ہونا چاہیئے تھا نہ کہ ناراض" واقعی اچھا یا بُرا کا فیصلہ تو کامل طور پر قیامت کو ہوگا اور ظاہری نتیجہ یا حدیث نبوی' انّما الاعمال بالخواتیم' کا فیصلہ سب کے سامنے ہے۔ ہمیں ناراضگی نہیں بلکہ افسوس ہے کہ آپ صحیح طریق پر تحقیق کے بغیر ٹھوکر کھا گئے۔ مرنے والے تو مرتے ہیں مگر کوئی صالح ڈاکٹر کسی مریض کی موت پر خوش نہیں ہو سکتا۔ ہم تو روزانہ رَبّنا لا تجعلنا فتنۃً للقوم الظالمین کی دعا مانگنے والے ہیں اور دل سے اب بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پھر ہدایت بخشے اور آپ کی بہائی لوگوں کو بھی اسلام و احمدیت میں لانے کا موجب بنیں۔ آمین۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپ اندر ہی اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کاذب و مفتری مانتے جاتے رہے مگر اس مرض کا کسی معالج سے ذکر نہیں کرتے رہے بہر حال اللہ اب بھی قادر ہے۔"

اس مشفقانہ جواب پر مشتعل ہو کر قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ارشاد فرمایا ہے کہ مَیں نے ٹھوکر کھائی ہے (آپ ہی بتلائیں کہ قرآنی شریعت کو منسوخ اور حضرت سرورِ کونین کو بہاء اللہ سے کم تر قرار دیکر بہاء اللہ کی قبر کو سجدہ کرنا ٹھوکر نہیں تو اور کیا ہے؟۔ ناقل) اور اپنے مرض کا کسی معالج سے ذکر نہیں کیا۔ حضرت مولانا! اتنا تکبّر زیبا نہیں کہ دوسروں کے ایمان کو ٹھوکر اور مرض سے تعبیر کرنا اور خود کو معالج قرار دینا مناسب نہیں۔ پھر مَیں تو جماعت کے ایک ایک معالج سے واقف ہوں جو خود کئی کئی لاعلاج امراض میں مبتلا ہیں۔ ایمان کا معاملہ ان معالجوں کے سپرد کرنا خود ہلاکت میں پڑنا ہے۔"

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ "تکبّر" انانیت اور "اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ" کا نعرہ کس عبارت میں ہے؟ کیا یہ تکبّر ہی قاضی صاحب کے ارتداد اور ان کے قرآن مجید کو منسوخ ماننے کا موجب نہیں ہوا؟ یہی قاضی علی محمد ہیں جو اپنے 12/59 ۳۰ کے خط میں خاکسار کو خطاب کرتے ہوئے لکھ چکے ہیں کہ:۔

"آپ بزرگ تو ہمارے لئے ثمر دار شاخوں کی حیثیت رکھتے ہیں اسلئے شاخِ ثمر دار کو پھل دینے کیلئے جھکنا ہی پڑتا ہے۔"

اس تضاد کے علاوہ یہ بھی سوال ہے کہ جس جماعت کے ایک ایک معالج کے کئی کئی لاعلاج امراض میں مبتلا ہونیکا بقول قاضی علی محمد صاحب انکو علم تھا کیا اس جماعت میں ان کا سالہا سال تک شامل رہنا ان کی منافقت کی کھلی کھلی دلیل نہیں؟

جلد دہم
شمارہ چہارم

الفرقان

شوال ۱۳۷۹ھ
اپریل ۱۹۶۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

مجلس "الفرقان" کے الف ممبر بننے کی تحریک

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

رسالہ الفرقان کے موجودہ دور پر دس برس گزر رہے ہیں۔ اب آئندہ دس سال کے لئے اس کی اشاعت کا **خاص پروگرام** زیر نظر ہے۔ پہلے سے زیادہ حجم، بہتر ٹائٹل، زیادہ تحقیقی [illegible] مقالات ہوا کریں گے انشاء اللہ۔

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس رسالہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ:-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس[۱]، چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی **بہت وسیع اشاعت** ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ رجنوری ۱۹۵۶ء)

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابل قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔ کیونکہ اس میں **تحقیقی** اور **علمی مضامین** چھپتے ہیں اور **قرآن کے فضائل** اور **اسلام کے محاسن** پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اس **غرض و غایت** کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مد نظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ **خواہش** بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ **آرزو** پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت **ایک لاکھ** بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس **مخیر اور مستطیع** احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے **غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے** تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو۔ اور

---

[۱] دس سال

اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔ یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ ابھی تک یہ رسالہ مالی لحاظ سے نقصان پر جا رہا ہے۔ زندہ قوموں کے زندہ رسالے ہر جہت سے زندگی کے آثار سے معمور ہونے چاہئیں۔ ایسے رسالہ کا مالی تھپیڑوں کی وجہ سے بند ہونا بہت قابلِ شرم ہوگا۔"

(الفضل مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۵۹ء)

حضرت چودہری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سالانہ جلسہ ۱۹۵۹ء کے موقعہ پر فرمایا:۔

"رسالہ الفرقان بھی سلسلہ کی اور بنی نوع انسان کی قرآن کریم کے علوم کی وضاحت کرنے میں بہت بڑی خدمت ادا کر رہا ہے اور مجھے بڑی بے چینی ہوتی ہے جب کبھی الفرقان مجھے نہیں ملتا یا دیر سے ملتا ہے۔ تو میں مولوی ابوالعطاء صاحب سے شکوہ کیا کرتا ہوں اور یہاں آ کر مولوی صاحب سے باقی پرچے لے لیا کرتا ہوں۔ یہ رسالہ بھی تربیت اور علمی ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔"

پیارے بھائیو! اِن بصیرت افروز ارشادات کی روشنی میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ رسالہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے لئے آپ کی کس قدر توجہ کی ضرورت ہے۔ خاکسار ناچیز تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ عزم رکھتا ہے کہ زندگی بھر اشاعتِ قرآن کریم و مدافعتِ اسلام کی اِس جدّ و جہد کو جاری رکھے گا اور اس کو بہتر سے بہتر رنگ میں پیش کرنے کے لئے پوری سعی کرتا رہیگا چنانچہ آئندہ دس سالہ پروگرام کے لئے ایک مجلس کی بھی تشکیل کی گئی ہے۔

مَیں آج اپنے احباب کے سامنے ایک ضروری امر اور مفید اور بابرکت تجویز رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جن دوستوں کو اللہ تعالےٰ نے توفیق بخشی ہے وہ اِس رسالہ کی اشاعت کے لئے اس کے لائف ممبر بن جائیں۔ جو دوست لائف ممبر بنیں گے ان کے نام دس سال تک ہر ماہ رسالہ کے خاص صفحہ پر دُعا کی تحریک کے لئے شائع ہوتے رہیں گے نیز دس سال تک ان کے نام پر رسالہ بھی جاری رہے گا۔ اِن دوستوں سے مطالبہ صرف یہ ہوگا کہ وہ ان دس سال کی قیمت رسالہ مبلغ پچاس روپے یکمشت ادا فرما دیں۔ اِس صورت میں دس سال تک دفتر کو انہیں وی پی کرنے یا یاددہانیوں کی زحمت نہ ہوگی۔ نیز وصول شدہ پیشگی رقوم سے آئندہ کے لئے بہترین پروگرام کو فوراً عملی جامہ پہنایا جا سکے گا۔

چونکہ دس سال کی قیمت اپنی طرف سے یا اپنے عزیزوں کی طرف سے یکمشت ادا کر دینا ایک قربانی ہے جس سے رسالہ الفرقان کی اشاعت کا انتظام مستحکم ہو سکے گا۔ گویا اس طرح وہ ہمارے خاص معاونین ہوں گے۔ لہذا میں خود بھی ان کے لئے ہر ماہ دُعا کروں گا اور جملہ اہلِ دل خریداروں کو بھی دُعا کی تحریک کرنے کے لئے ان کے نام ہر ماہ دس سال تک رسالہ میں شائع کرتا رہوں گا انشاء اللہ۔ کیا آپ اِس مفید تحریک پر عمل پیرا ہو کر ممنون فرمائیں گے؟

خاکسار خادم

ابوالعطاء جالندہری۔ ربوہ (پاکستان)

اداریہ

اجرامِ فلکیہ میں آبادیوں کے متعلق قرآنی شہادت

"خدا تعالیٰ زمین اور آسمانوں کی مخلوق کو ملانے پر قادر ہے"

قرآن مجید کا آغاز" الحمد للہ رب العٰلمین" سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو سب جہانوں اور تمام عالمین کا رب ہے وہی ہر قسم کی حمد و ستائش کا مستحق ہے۔ لفظ رب العٰلمین سے ظاہر ہے کہ ہماری دنیا کے علاوہ اور بھی دنیائیں موجود ہیں۔ اور ہر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت جلوہ فرما ہے۔

ان دنیاؤں کی تعداد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یعلم جنود ربّک الّا ھو (المدثر: ۳۱) کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اللہ کی مخلوق کا پورا علم نہیں رکھتا۔ وہی ہے جو اپنے لشکروں کی صحیح تعداد کو جانتا ہے۔

قرآن مجید کا اعلان ہے کہ زمینوں اور آسمانوں میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہوتی ہے۔ اور ہر مقام پر اس کی حمد کرنے والے موجود ہیں۔ ہر جگہ اس کی الوہیت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ فرمایا یسبّح لہٗ ما فی السمٰوٰتِ والارض وھو العزیز الحکیم (الحشر: ۲۴) آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خدائے عزیز و حکیم کی تسبیح کرتی ہے۔ ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیًّا وحین تظھرون (الروم: ۱۸) آسمانوں اور زمین میں اس کی حمد قائم ہے۔ شام کو بھی اور اسوقت بھی جب تم ظہر میں داخل ہوتے ہو۔ وھو الذی فی السماء الٰہٌ وفی الارض الٰہٌ وھو الحکیم العلیم (الزخرف: ۸۴) اللہ ہی آسمان میں الٰہ اور وہی زمین پر معبود ہے وہ حکیم و علیم ہے۔

ایسی بیسیوں آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جو مومن کی نگاہ کو زمین سے اٹھا کر بلند آسمانوں تک لیجانے کا موجب ہیں۔ قرآنی آیات اسے اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہیں کہ وہ کائناتِ عالم کے ذرہ ذرہ کی تسخیر کے اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ زمین کے علاوہ آسمانوں کے اسرار و غوامض کی کُنہ تک بھی پہنچے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الّذین یذکرون اللہ قیامًا و قعودًا وعلٰی جنوبھم ویتفکّرون فی خلق السمٰوٰتِ والارض ربّنا ما خلقتَ ھٰذا باطلًا سبحٰنک فقنا عذاب النار (آل عمران: ۱۹۱) کہ عقلمند لوگ وہ ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے یعنی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے رہتے ہیں اور ان کی زبانوں پر بے ساختہ آجاتا ہے کہ اے ہمارے خدا! تو نے یہ سلسلۂ کائنات عبث پیدا نہیں فرمایا۔ تو اس سے پاک ہے ہمیں آگ کے

عذاب سے بچائیو۔ اِنَّ فی اختلاف اللّیل والنّھار وما خلق اللّٰہ فی السمٰوٰت والارض لاٰیاتٍ لقومٍ یتّقون (یونس: ۶) کہ خدا ترس اور تقویٰ شعار لوگوں کے لئے رات و دن کے تسلسل اور آسمانوں اور زمین کی مخلوق میں بہت سے نشان ہیں۔

اب ہم ذیل میں وہ تمام آیاتِ قرآنی مع ترجمہ درج کرتے ہیں جن سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ زمین کے علاوہ آسمانی اجرام میں بھی اللہ تعالیٰ کی باشعور مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وللّٰہ یسجد ما فی السّموات وما فی الارض من دآبّۃ والملائکۃ وھم لا یستکبرون (النحل: ۴۹)

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین کے تمام جاندار وجود اور ملائکہ بھی اللہ تعالےٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آسمانوں میں بھی ملائکہ کے علاوہ ایسی مخلوق ضرور موجود ہے جس پر دابّۃ کا لفظ اطلاق پذیر ہوتا ہے جس طرح کہ دابّۃ زمین پر موجود ہیں۔

(۲) ولہٗ من فی السّموات والارض ومن عندہٗ لا یستکبرون عن عبادتہٖ ولا یستحسرون (الانبیاء: ۱۹)

ترجمہ:۔ اللہ ہی کے لئے ہیں تمام وہ ذی شعور وجود جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت بجا لانے سے تکبر کرتے ہیں۔ اور نہ تھکتے ہیں۔"

یاد رہے کہ عربی زبان میں لفظ "مَنْ" اور "مَا" کے استعمال میں عام طور پر یہ فرق ہوتا ہے کہ مَنْ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ اور مَا غیر ذوی العقول کے لئے۔

(۳) افغیر دین اللّٰہ یبغون ولہٗ اسلم من فی السّموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون۔" (آل عمران: ۸۳)

ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ اللہ کے غیر کی اطاعت چاہتے ہیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام ذی شعور وجود طوعاً و کرھاً اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

(۴) تسبّح لہ السّموات السّبع والارض ومن فیھن وان من شیءٍ اِلّا یسبّح بحمدہٖ (الاسراء: ۴۴)

ترجمہ:۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان کے تمام ذی شعور وجود اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ہر چیز اسی کی حمد و تسبیح کرتی ہے۔

(۵) وللّٰہ یسجد من فی السّموات والارض طوعاً وکرھاً وظلالھم بالغدوّ والاصال (الرعد: ۱۵)

ترجمہ:۔ آسمانوں والے اور زمین والے ذوی العقول افراد طوعاً یا کرھاً اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں نیز صبح و شام کے اوقات میں ان کے سائے بھی۔

(۶) ألا انّ للّٰہ من فی السّموات ومن فی الارض (یونس: ۶۶)

ترجمہ:- خبردار! آسمانوں اور زمین کے سب ذوی العقول جو اللہ تعالیٰ کے اختیار کے نیچے ہیں۔

(۷) ألم تر انّ اللہ یسجد لہٗ من فی السّموات ومن فی الارض والشّمس والقمر والنّجوم والجبال والشجر والدّوآبّ وکثیرٌ من النّاس وکثیر حقّ علیہ العذاب۔ (الحج: ۱۸)

ترجمہ:- کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں کی سب ذی شعور مخلوق اور ایسا ہی زمین والے، نیز سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے انسان سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور بہتوں پر عذاب مقرر ہو گیا ہے۔

(۸) ولو اتّبع الحقّ اھوآءھم لفسدت السّموات والارض ومن فیھنّ (المومنون: ۷۱)

ترجمہ:- اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جاتا تو آسمان، زمین اور ان کی ساری آبادیوں میں فساد برپا ہو جاتا۔

(۹) ألم تر انّ اللہ یسبّح لہ من فی السّموات والارض والطّیر صافّاتٍ کلٌّ قد علم صلاتہ وتسبیحہٗ واللہ علیمٌ بما یفعلون وللہ مُلک السّموات والارض والی اللہ المصیر۔ (النور: ۴۱-۴۲)

ترجمہ:- کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ آسمانوں والے اور زمین والے خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور پرندے بھی قطاریں باندھے ہوئے ہر ایک کو اپنی عبادت اور تسبیح کا طریق معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو بخوبی جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اور اسی کی طرف سب کا لوٹنا ہے۔

(۱۰) ولہ مَن فی السّموات والارض کلٌّ لہٗ قانتون (الروم: ۲۶)

ترجمہ:- اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں وہ سب ذی شعور وجود جو آسمانوں میں ہیں۔ یا زمین میں ہیں۔ وہ سب اس کے فرمانبردار ہیں۔

(۱۱) وللہ جنود السّموات والارض وکان اللہ علیماً حکیماً۔ (الفتح: ۴)

ترجمہ:- آسمانوں اور زمین کے لشکر خدا تعالیٰ ہی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(۱۲) فللہ الحمد ربّ السّموات وربّ الارض ربّ العالمین ولہ الکبریاء فی السّموات والارض وھو العزیز الحکیم (الجاثیہ: ۳۶-۳۷)

ترجمہ:- سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں کا بھی رب ہے اور زمین کا بھی۔ وہی رب العالمین ہے اسی کی کبریائی آسمانوں اور زمین میں ہو رہی ہے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

(۱۳) یسئلہ من فی السموات والارض کلّ یومٍ ھو فی شان (الرحمٰن: ۲۹)

ترجمہ:- آسمانوں کے سب وجود اور زمین کے بھی اللہ تعالیٰ سے ہی حاجت روائی چاہتے ہیں وہ

ہر روز اپنی نئی اور عظیم شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

(۱۴) ونُفِخ فی الصّور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الّا من شاء اللہ ثم نُفِخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیامٌ ینظرون (الزمر: ۶۸)

ترجمہ:- بگل میں آواز دی جائے گی۔ تو آسمانوں اور زمین کے سب ذی شعور وجود بجز ان کے جن کو خدا چاہے گا بے ہوش ہو جائیں گے۔ اور دوسری مرتبہ آواز سے وہ اچانک کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔

(۱۵) أولم ینظروا فی ملکوت السموٰت والارض وما خلق اللہ من شیئٍ وان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلھم فبایّ حدیثٍ بعدہٗ یؤمنون (الاعراف: ۱۸۵)

ترجمہ:- کیا ان لوگوں نے آسمانوں کی بادشاہت اور زمین کے نظام پر غور نہیں کیا۔ نیز خدا کی ہر مخلوق پر نظر نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی تباہی کی گھڑی سر پر ہو پھر وہ قرآن کے علاوہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟"

(۱۶) ألم تروا کیف خلق اللہ سبع سموٰت طباقاً وجعل القمر فیھن نوراً وجعل الشمس سراجاً۔ (نوح: ۱۵-۱۶)

ترجمہ:- کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کا نظام کس طرح مکمل اور مطابق بنایا ہے! وران آسمانوں میں ہر جگہ چاند بطور نور اور سورج بطور ذاتی چمکنے والے چراغ کے کام پر مقرر کر دیا ہے۔

(۱۷) ءانتم اشد خلقاً ام السماء بناھا رفع سمکھا فسوّاھا واغطش لیلھا واخرج ضحاھا۔ (النازعات: ۲۷-۲۹)

ترجمہ:- کیا تم اپنی پیدائش میں زیادہ پختہ ہو یا آسمان جسے اللہ نے بلند کیا۔ اور اسکے نظام کو مکمل فرمایا ہے اسکی رات کو تاریک بنایا اور اسکی چاشت کو روشن کیا ہے؟

(۱۸) واذا الصحف نشرت واذا السماء کُشطت۔ (التکویر: ۱۰-۱۱)

ترجمہ:- وقت آئیگا جب صحیفے اور اخبارات وجرائد بکثرت شائع ہونگے اور آسمانوں کی باریکیوں کو معلوم کیا جائیگا۔ گویا آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔

(۱۹) یا معشر الجنّ والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الّا بسلطان۔ (الرحمٰن: ۳۳)

ترجمہ:- اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کے کناروں سے نفوذ کر سکتے ہو تو ایسا کرو مگر یاد رکھو کہ جہاں تک بھی تمہاری رسائی ہوگی وہاں پر ہماری حکومت اور اقتدار موجود ہوگا

(۲۰) ومن آیاتہ خلق السموات والارض وما بثّ فیھما من دآبّۃ وھو علیٰ جمعھم اذا یشاء قدیر۔ (الشوریٰ: ۲۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل میں سے ہے۔ کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں جاندار وجود پھیلائے ہیں۔ اور وہ ان کو ملانے پر جب چاہے گا قدرت

(باقی دیکھیں صـ پر)

سلف صالحین کے الہامات کا مجموعہ

ایک عُمدہ خواب اور اس کی تعبیر

(از جناب مولوی عبد اللطیف صاحب فاضل بہاولپوری)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب مدظلہ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار کے ذمہ سلف صالحین کے الہامات و رؤیا و کشوف کے جمع کرنے کا کام سپرد ہوا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ تاحال ساڑھے چودہ سو (۱۴۵۰) تک ان کی تعداد پہنچ چکی ہے۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ اس بارہ میں اپنی معلومات کے ذریعہ خاکسار کی جس قدر امداد فرما سکتے ہوں فرما کر ممنون فرماویں۔ کیونکہ موجودہ زمانہ کی دجالی زہر کا تریاق یہی آسمانی نشانات اور روحانی انوار ہیں۔ اللہ تعالےٰ پہلے بھی ہمیشہ ان شیاطینی وساوس کے رجم کا انتظام آسمانی شہابوں کے ذریعہ کرتا رہا ہے موجودہ زمانہ میں چونکہ شیطانی حملہ بڑے پیمانہ پر اور منظم طور پر تھا اس کے قلع قمع کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زبردست آسمانی حربوں سے مسلح فرما کر شجرۂ ایمان کی مکمل آبیاری کی اور ہر پہلو سے غلبۂ اسلام کا انتظام فرمایا۔ نشأۃ اسلام کے اس دورِ جدید میں اس آسمانی نظام شمسی کے مرکزی نقطہ امام الاقوام کی شناخت و تعلق کے لئے بہت سے نفوس کو الہامات و رؤیا و کشوف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جس سے وہ ہدایت یاب ہوئے۔ مگر بعض وجود ایسے بھی تھے جن کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ربوبیتِ الٰہیہ نے روحانی کا مکمل تریاق کا انتظام تو فرمایا مگر افسوس کہ وہ اپنی شامتِ اعمال کے باعث اس روحانی نعمت سے متمتع نہ ہو سکے۔ مثال کے طور پر عہدِ حاضر کے ایک شخص کا ایک عجیب رؤیا ملاحظہ ہو جسے منشی عبد الرحمن خان صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی سوانح میں قلمبند کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں :-

"مشہور نعت گو شاعر محسن کاکوری کے فرزند مولانا انور الحسن کاکوری اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفرِ حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق ایک خواب دیکھا..... خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر بیمار پڑے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا تھانوی تیمارداری فرما رہے ہیں۔ اور ایک بزرگ دُور بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جن کے متعلق خواب ہی میں معلوم ہوا کہ یہ طبیب ہیں۔ آنکھ کھلنے پر

فوراً میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ حضورؐ تو کیا بیمار ہیں حضورؐ کی اُمّت بیمار ہے اور حضرت مولانا اس کی تیمارداری یعنی اصلاح فرما رہے ہیں لیکن وہ بزرگ جو دُور بیٹھے نظر آئے وہ سمجھ میں نہ آئے کہ کون تھے۔ واپسی ہندوستان پر مَیں نے حضرت مولانا تھانوی کی خدمت میں یہ خواب لکھ کر بھیجا...... حضرت مولانا نے تحریر فرمایا کہ وہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ اور چونکہ ابھی زماناً بعید ہیں اسلئے خواب میں مکاناً بعید دکھائی دیئے۔" (سیرت اشرف صفحہ ۲۲۳ شائع کردہ ادارہ نشر المعارف ملتان)

مولانا نے رؤیا کی تعبیر تو خوب فرمائی مگر آگے اس کی تاویل کرکے آپ کا یہ فرمانا کہ "وہ چونکہ ابھی زماناً بعید ہیں اسلئے خواب میں مکاناً بعید دکھائی دیئے" یہ تاویل محض دفع الوقتی ہے اور آسمانی روشنی کو دھندلا کرنے کا ایک حیلہ ہے۔ اس سے تو اللہ تعالےٰ کی شانِ ربوبیت پر تحت حرف آتا ہے کہ اُمت بیمار ہے، حالت مہلک ہے، ایسے نازک موقعہ پر بھی شانِ رحیمیت کے باوجود اسکی رأفتؐ ہمدردی جوش نہیں مارتی کہ مسیحائے اُمّت کو بھیجے بلکہ اب بھی اسے دُور ہی رکھتا ہے۔ البتہ اُمت کی تیمارداری ایسے شخص کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہے جسے آسمانی محکمہ میں طبیب قرار نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ رؤیا میں دوسرے شخص کو ہی طبیب بتلایا جاتا ہے۔ اگر مولانا کی تاویل صحیح قرار دی جائے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالےٰ کو اُمت کی موت ہی منظور ہے اور وہ اِس انتظار میں ہے کہ جب اُمت اپنی زندگی کا آخری سانس لے تب مسیحائے وقت کو غالباً فاتحہ پڑھنے کے لئے بھیجا جائے ؎

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

پس مولانا کی یہ تاویل تو یقیناً غلط ہے۔ اگر حجاباتِ عصری سے خالی الذہن ہو کر اسے دیکھتے تو مولانا کیلئے اسکی صحیح تعبیر کوئی مشکل نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں بُعد سے زمانی یا مکانی بُعد مراد نہیں بلکہ ذہنی بُعد کی طرف اسمیں اشارہ ہے جیسا کہ ہر ماموریا الٰہی کے وقت حق ناشناس ابنائے زمانہ مامور کا زمانہ پاکر اور اس کے قریب ہوتے ہوئے اسے دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکتے۔ کیونکہ ان کے تخیلات ذہنی میں جو موعود کے متعلق نقشہ ہوتا ہے یہ مامور اسکے مطابق نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن مجید میں یوں توجہ دلائی گئی ہے۔ تراھم ینظرون الیك وھم لا یبصرون ؛

اجرامِ فلکیہ میں آبادیوں کے متعلق قرآنی شہادت

(بقیہ صفحہ)

رکھتا ہے۔

اِن آیات پر تدبر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی اجرام میں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کر رکھی ہے اور وہاں پر بھی خدائی نظام کے ماتحت تسبیح و تحمید ہوتی ہے۔ اور وقت آنے پر ایسا ہونا ممکن ہے کہ زمینی انسانوں اور اجرام کی آبادیوں میں اتصال اور رابطہ پیدا ہو سکے۔ قرآن مجید کا یہ بیان قرآن مجید کی ایک عظیم الشان صداقت ہے اور اس کے عالمگیر کلام خدا ہونے پر محکم دلیل ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؛

احمدی جماعت کے متعلق تاثرات

(از قلم جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست دہلی)

[جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر اخبار "ریاست" دہلی چند روز کے لئے پاکستان آئے تھے۔ وہ ربوہ بھی تشریف لائے ——— انہوں نے اپنے تاثرات ایک مضمون کی صورت میں قلمبند فرمائے ہیں۔ ہم ذیل میں معزز معاصر بدر قادیان سے شکریہ کے ساتھ یہ مضمون نقل کر رہے ہیں ——— (ایڈیٹر)]

جب ریاست جاری ہوا تو اس وقت میں نہ تو احمدی جماعت کے کسی شخص سے واقف تھا اور نہ اس جماعت کے متعلق کوئی کسی قسم کی واقفیت ہی تھی۔ ریاست جاری ہونے کے بعد پہلے سال میں ہی افغانستان میں احمدی جماعت کے ایک مبلغ کو افغان گورنمنٹ کے حکم سے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اور اس بچارے کا جرم صرف یہ تھا کہ احمدی خیالات کی تبلیغ کرتا تھا۔ میں نے جب یہ اطلاع روزانہ اخبارات میں پڑھی تو میرے جسم میں ایک کپکپی سی پیدا ہوئی کیونکہ میں جب بھی ظلم ہوتا دیکھتا ہوں تو میرا خون کھولنے لگ جاتا ہے۔ اس اطلاع کو سن کر میں نے افغان گورنمنٹ اور کنگ امان اللہ کے خلاف ایک سخت ایڈیٹوریل لکھا۔ اس ایڈیٹوریل لکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند احمدی حضرات مجھے اصل واقعات بتانے کیلئے میرے دفتر میں آئے۔ اور ادھر افغانستان کے قونصل جنرل مسٹر اکبر خاں ملے تاکہ وہ اپنی گورنمنٹ کی پوزیشن صاف کر سکیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب مجھے معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی احمدی جماعت بھی ہے جس کا شعار اپنے خیال کے مطابق اسلام کی تبلیغ ہے اور اس کا ہیڈ کوارٹر قادیان میں ہے کیونکہ میں زندگی بھر ہی مذہبی حلقوں سے قطعی بے تعلق رہا۔

اس واقعہ کے بعد مجھے کبھی کبھی احمدی جماعت کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا اور اس جماعت کے کئی بزرگوں مثلاً محمد ظفر اللہ خاں، مرحوم ڈاکٹر محمد اقبال کے حقیقی بھتیجے مسٹر اعجاز احمد جو ایک زمانہ میں دہلی میں سب جج تھے۔ اور میاں محمد صادق جو دہلی میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے سے دوستانہ تعلقات بھی رہے۔ احمدی جماعت کے لوگ جب کبھی ملتے ان کی تبلیغی باتیں میرے لئے ناقابل برداشت حد تک ذہنی کوفت کا باعث ہوا کرتیں کیونکہ میں فطرتاً مذہبی دنیا سے قطعی الگ رہنا پسند کرتا ہوں۔ مگر ان لوگوں کے ذاتی کیریکٹر اور بلندی کا بہت ہی مداح ہوں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ آج سے چند برس پہلے مجھے اپنے دفتر کے لئے جب کبھی کسی ایماندار شخص کی ضرورت ہوتی تو میں قادیان کے کسی دوست کو لکھتا کہ وہ اپنے ہاں سے کسی دیانتدار شخص کو ملازمت کے لئے بھیج دیں کیونکہ میرا تجربہ تھا کہ دوسرے مذاہب کے لوگ تو خدا سے ڈرتے ہیں مگر احمدی جماعت کے لوگ خدا سے اس طرح بدکتے ہیں جیسے گھوڑا سایہ سے بدکتا ہے۔ اور خدا سے خوفزدہ ہونے کے باعث یہ بددیانت ہو ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ میں نے دفتر ریاست میں کئی احمدی مقرر کئے اور دفتر کے ان احمدی حضرات میں سے دو اصحاب کی زندگی کے واقعات تو مجھے اب تک یاد ہیں۔ ایک صاحب انشاء اللہ خاں اکونٹنٹ مقرر کئے گئے جو کئی برس دفتر ریاست میں رہے اور آجکل یہ پاکستان کی کسی بہت بڑی فرم میں آڈیٹر ہیں۔ یہ مسٹر انشاء اللہ خاں کبھی دفتر کا بغیر ٹکٹ کے پوسٹ کارڈ بھی استعمال نہ کرتے۔ اور اگر کوئی ضرورت ہوتی تو ڈاکخانہ سے پوسٹ کارڈ منگا کر لکھتے۔ اور دوسرے صاحب کا مجھے نام یاد نہیں۔ یہ لڑکا بہت ہی

شریف اور نیک تھا۔ یہ دفتر سے کچھ روپیہ ایڈوانس لیتا رہا۔ اسکے ذمہ کچھ روپیہ باقی تھا تو یہ دفتر سے غائب ہوگیا۔ کچھ پتہ نہ تھا کہ یہ کہاں ہے۔ کچھ ماہ کے بعد اس کا منی آرڈر اور خط پہنچا جس میں اس نے لکھا کہ وہ ذاتی حالات سے مجبور ہو کر چلا آیا اور وہ رقم واپس کی جاتی ہے جو اس کے ذمہ بطور ایڈوانس تھی۔ اس کا ایسا کرنا اس کے بلند کیریکٹر ہونے کا ثبوت تھا ورنہ راقم الحروف کو نہ تو وہ رقم یاد تھی اور نہ اس کا کوئی پتہ ہی معلوم تھا۔ احمدیوں اور راقم الحروف کے تعلقات صرف اس حد تک جاری تھے کیونکہ مجھے آج تک کبھی قادیان جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ میری ہمیشہ خواہش رہی کہ میں ان کے ہیڈ کوارٹر کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ ان معمولی تعلقات کی موجودگی میں احمدی حضرات کئی بار ظلم کا شکار ہوئے اور "ریاست" نے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اپنا فرض اور ایمان سمجھا۔ کیونکہ "ریاست" ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے عالم وجود میں آیا اور خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے آخری لمحوں تک اپنے اس شعار پر قائم رہا۔ چنانچہ جوں ہی ان پر کئے جا رہے مظالم کے خلاف "ریاست" میں آواز بلند کی جاتی میرے اور ان کے درمیان اخلاص کے تعلق زیادہ ہوتے چلے گئے۔ ان کے بعض لیڈروں سے خط و کتابت بھی ہوا کرتی اور میری خواہش تھی کہ اگر میں کبھی پاکستان جاؤں تو اُن کی نئی آبادی ربوہ کو بھی دیکھوں جہاں کہ یہ لوگ قادیان سے تباہ ہو کر بطور مہاجر آباد ہوتے ہیں۔ میں نے جب پاکستان جانے کا قصد کیا تو دوسرے دوستوں کے علاوہ ایک احمدی بزرگ گیانی عباد اللہ (جو سکھ مذہب اور سکھ تاریخ پر ایک اتھارٹی تسلیم کئے جاتے ہیں) کو بھی لکھا کہ اگر ممکن ہوا اور میں گوجرانوالہ اپنے سابق وطن حافظ آباد گیا تو دو تین گھنٹہ کے لئے ربوہ بھی آؤنگا کیونکہ پنڈی بھٹیاں کے راستہ حافظ آباد سے ربوہ زیادہ دُور نہیں۔

میں ۲۰ فروری کی رات کو پاکستان کے لئے دہلی سے روانہ ہوا۔ اور ۲۱ کی دوپہر کو لاہور پہنچا تو ۲۳ فروری کو گیانی عباد اللہ مجھ سے ملنے کے لئے لاہور رینبو ہوٹل میں آئے اور انکی یہ خواہش تھی کہ میں اُن کے ساتھ ربوہ چلوں۔ مگر میں نے کہا کہ میں کل کراچی جا رہا ہوں وہاں سے واپس ہونے کے بعد ربوہ ضرور آؤں گا۔ میرے پاکستان کے دورہ کے حالات بہت ہی طویل اور دلچسپ ہیں جو اس اخبار کے دس پندرہ صفحات سے کم جگہ میں نہیں آ سکتے۔ اسلئے میں ان حالات میں سے اب صرف وہ لکھتا ہوں جن کا تعلق احمدی جماعت کے دوستوں سے ہے۔

میں جب کبھی بمبئی، کلکتہ یا کسی دوسرے شہر میں جاتا ہوں تو کوشش کرتا ہوں کہ میری موجودگی کا میرے دوستوں کو علم نہ ہو اور میں آخری روز تمام دوستوں سے مل لیا کرتا ہوں۔ چنانچہ میں جب کراچی پہنچا تو میں نے انتظام کیا تھا کہ میں ایسی جگہ قیام کروں جس کا کسی کو علم نہ ہو۔ حالانکہ وہاں سے حضرت جوش ملیح آبادی وغیرہ جنہوں نے زور دیا تھا کہ میں جب کبھی وہاں جاؤں تو اُن کے ہاں قیام کروں۔ کراچی میں ایک پوشیدہ جگہ پر قیام کرنے کے بعد میں پہلے روز حضرت جوش، واحدی صاحب اور بھیا احسان الحق سے ملا کیونکہ ان سے نہ ملنے کی صورت میں مجھے ذہنی کوفت محسوس ہوتی۔ ان سے ملنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ اور لوگوں کو بھی کراچی میں میری موجودگی کا علم ہوگیا۔ جمعہ کے روز کراچی کی احمدیوں کی مسجد میں جب نماز ہو چکی تو ایک احمدی نے دوسرے احمدی سے ذکر کر دیا کہ دیوان سنگھ کراچی آئے ہیں۔ یہ بات جب شیخ اعجاز احمد (جو آجکل وہاں غالباً یونائیٹڈ نیشنز کے فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں کسی اعلیٰ عہدہ پر ہیں اور دو ہزار روپیہ کے قریب تنخواہ پاتے ہیں) نے بھی سن لی۔ انہوں نے پوچھا کہ دیوان سنگھ کہاں ہے۔ تو اطلاع دینے والے نے کہا کہ اس کا اسے کچھ علم نہیں۔ شیخ اعجاز احمد اور

ان کے دو تین دوستوں نے کار میں میری تلاش شروع کی۔ یہ دو گھنٹہ کے قریب مختلف جگہوں سے دریافت کرتے رہے اور آخر ان کو غالباً مسٹر ظفر احمد (جو پاکستان کے تمام دورہ میں میرے ساتھ تھے) کے گھر سے علم ہوا کہ میں فلاں بلڈنگ میں مقیم ہوں۔ چنانچہ یہ حضرات وہاں پہنچ گئے اور کچھ عرصہ بات چیت کرنے کے بعد انہوں نے خواہش کی کہ میں احمدی جماعت کے ہیڈ کوارٹر میں انکے ساتھ چائے پیؤں۔ میں نے بہت کوشش کی اور بار بار کہا کہ میں دن کے وقت کچھ نہیں کھایا کرتا مگر یہ نہ مانے اور شام کو مسٹر نذیر مجھے اپنی کار میں وہاں لے گئے۔ اس پارٹی میں پاکستان کی مرکزی گورنمنٹ کے ایک درجن کے قریب بڑے بڑے حکام موجود تھے کیونکہ احمدیوں میں آپس میں بہت ہی محبت اور اخلاص ہے۔ چائے کی میز پر مختلف باتیں ہوتی رہیں اور یہ پُر لطف صحبت ایک گھنٹہ کے قریب جاری رہی۔ اور اسکے بعد میں جتنے روز کراچی میں رہا مسٹر نذیر کی کار میرے لئے وقف رہی۔ اس سے اگلے روز میں اپنے ایک مرحوم احمدی دوست سید انعام اللہ شاہ ایڈیٹر "دورِ جدید" کے گھر گیا۔ وہاں مرحوم کی بیوی اور ایک لڑکی طلعت موجود تھیں۔ یہ لڑکی ایم۔ اے میں پڑھتی ہیں۔ میرا وہاں خلافِ توقع پہنچنا ان کے لئے انتہائی حیرانی اور مسرت کا باعث ہوا کیونکہ ان کو علم نہ تھا کہ میں کراچی میں ہوں۔ مرحوم سید انعام اللہ شاہ کی یہ لڑکی بہت ہی ذہین ہے۔ مرحوم کی دو لڑکیاں شادی شدہ ہیں۔ وہ اپنے سسرال میں تھیں۔ اور لڑکا محمود انعام سرکاری ملازم ہے وہ اپنے دفتر تھا۔ یہ ماں بیٹی ایسی مسرت محسوس کر رہی تھیں جیسے انکو کوئی گمشدہ شے مل گئی ہو۔ مجھے وہاں بیٹھے ابھی دو تین منٹ ہوئے تھے اور مرحوم انعام اللہ شاہ کے اخلاص اور محبت کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں تو لڑکی طلعت دوسرے کمرہ میں گئی اور وہاں پھلوں کا رس اور خشک و تازہ پھل جمع کرنے میں مصروف ہو گئی اور یہ تمام سامان ایک چھوٹی میز پر لے آئی۔ میں دن کو کچھ نہیں کھایا کرتا۔

اُس روز یکم رمضان تھی اور پہلا روزہ تھا۔ میں نے مذاقاً کہا "تم روزہ داروں کا روزہ توڑنے کے گناہ کی مرتکب اور معاون ہو رہی ہو"۔ لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ میں نے پھلوں کا رس پی لیا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اور باتیں کر کے واپس چلا آیا۔ رات کو جب دوستوں سے ملنے کے بعد اپنی قیامگاہ پر پہنچا تو مجھے ظفر صاحب نے بتایا کہ شام کو محمود انعام اپنے گھر پہنچا اور انکو میرے آنے کا علم ہوا تو وہ اپنی دوسری بہنوں کے ساتھ قیامگاہ پر ملنے آئے تھے اور بغیر ملے واپس جانا نہ چاہتے تھے مگر ظفر صاحب سے اس حلفیہ وعدہ پر کہ مجھے ان کے مکان پر پھر لائیں گے وہ واپس چلے گئے۔ میں اگلے روز مغرب کے بعد پھر ان کے مکان پر گیا۔ ظفر میرے ساتھ تھے۔ میں نے اطلاع کرنے کے لئے ظفر صاحب کو اوپر بھیجا تو تینوں لڑکیاں اور محمود بھاگ کر نیچے آ گئے۔ یہ مجھے اپنے ساتھ اوپر لے گئے۔ وہاں ایک لڑکی کے شوہر بھی موجود تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب دلچسپ باتیں ہوئیں۔ ان لوگوں نے جس اخلاص اور محبت کا سلوک کیا اسے میں زندگی میں کبھی بھول نہ سکوں گا۔

۲۸ر اور ۲۹ر فروری کو دوستوں سے ملتا رہا اور یکم مارچ کی شام کو چناب ایکسپریس میں ربوہ کے لئے روانہ ہوا کیونکہ یہ ٹرین کراچی سے سیدھی ربوہ جاتی ہے۔ یہ گاڑی شام کے وقت لائلپور پہنچی۔ وہاں گیانی عباد اللہ موجود تھے۔ میں ان کے اور ظفر صاحب کے ہمراہ مغرب کے وقت ربوہ سٹیشن پر پہنچا۔ وہاں دو سو کے قریب طلباء اور دوسرے دوست اور معترف موجود تھے۔ یہ مجمع میرے لئے خلافِ توقع تھا کیونکہ میں ایسے مجمع کا عادی نہیں ہوں اور میں تمام زندگی ہی تنہائی میں لطف محسوس کرتا رہا ہوں۔ سٹیشن سے کار میں گیسٹ ہاؤس پہنچا۔ وہاں احمدی جماعت کی کئی اہم شخصیتیں میری منتظر تھیں۔ ان سے ملا۔ ان تمام دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد چند طلباء آئے اور انہوں نے خواہش

ظاہر کی کہ کل میں ان کے سامنے تقریر کروں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں لیڈر کلاس میں سے نہیں ہوں۔ نہ تو کبھی تقریریں سننے جاتا ہوں اور نہ زندگی میں کبھی کوئی تقریر کی۔ اور میں تو صرف ایک جرنلسٹ ہوں مگر آپ لوگوں سے ملنے آپ کے کالج ضرور آؤں گا۔ رات کو آرام سے سویا۔ صبح پانچ چھ بجے کے قریب اذان ہوئی۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے پہلے کبھی ایسی خوش الحانی کے ساتھ اذان نہ سُنی تھی چنانچہ میں نے صبح ایک دوست سے یہ دریافت کیا کہ کیا اذان دینے والا عرب تھا یا پاکستانی؟ تو معلوم ہوا کہ مؤذن ربوہ کا ہی ایک پاکستانی ہے۔ نو بجے تک غسل وغیرہ سے فارغ ہوا تو کار آگئی۔ اور مجھے بتایا گیا کہ مجھے مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں ناشتہ پر جانا ہے۔ اس کار میں اُن کے ہاں گیا۔ وہاں ایک درجن کے قریب احمدی لیڈر موجود تھے اور سب کے سب روزہ میں تھے اور صرف میں ہی روزہ سے محروم تھا۔ ناشتہ کے لئے کئی اقسام کی اشیاء موجود تھیں مگر میں دن کے وقت کچھ نہیں کھایا کرتا صرف ایک پیالی چائے پی۔ یہ لوگ محبت اور اخلاص کے مجسمہ ہیں مختلف باتیں ہوتی رہیں تو میں نے ان سے مذاقاً کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جماعت کے لوگوں نے میرے خلاف ایک سازش کر رکھی ہے اور آپ لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ مجھے بغیر احمدیت کا کلمہ پڑھائے واپس دہلی نہ جانے دینگے۔ کیونکہ لاہور اور کراچی میں احمدیوں کی محبت اور اخلاص کا شکار رہا اور اب یہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ یہاں باتیں کرنے اور انکی محبت کا شکار ہونے کے بعد دوستوں کے ساتھ احمدی جماعت کے پیشوا حضرت صاحب کے مکان پر گیا کیونکہ وہاں ساڑھے نو بجے کا وقت ملاقات کے لئے مقرر تھا۔ پرائیویٹ سیکرٹری کے کمرہ میں چند منٹ بیٹھنے کے بعد اُوپر کی منزل میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ لیٹے ہوئے تھے اور بیمار تھے۔ انہوں نے انتہائی اخلاص اور محبت کے جذبات میں میرے وہاں جانے پر مسرت کا اظہار کیا اور میں نے کہا کہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں آپ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں چند منٹ حاضری دینے کے بعد جب میں زینہ سے اُتر رہا تھا تو ایک صاحب ایک تحفہ لائے جو پیکٹ کی صورت میں تھا۔ اور اس پیکٹ میں ایک شال، جرابوں کا ایک جوڑہ اور عطر کی ایک شیشی تھی۔ یہ تحفہ میجر حبیب اللہ شاہ صاحب کی بھتیجی کی طرف سے مجھے بھجوایا گیا تھا جو میجر صاحب موصوف کے ساتھ میرے دیرینہ اور مخلصانہ مراسم کی بناء پر تھا۔

اس ملاقات سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ کالجوں میں گئے کیونکہ وہاں طلباء منتظر تھے۔ سب سے پہلے تبلیغی کالج کے ہال میں پہنچے۔ مائیکروفون پر میرا تعارف کرایا گیا جس کے لئے میں نے شکریہ ادا کیا۔ اس کالج میں غیر ممالک میں بھیجنے کے لئے مبلغ تیار کئے جاتے ہیں اور طلباء میں کئی غیر ممالک مثلاً افریقہ اور جرمنی کے نوجوان بھی ہیں جو بے تکلف اُردو بول سکتے ہیں۔ ان طلباء نے مختلف قسم کے سوالات شروع کر دیئے مثلاً میں نے اخبار کیوں بند کر دیا۔ کتنے برس اخبار جاری رکھا۔ پاکستان کے متعلق کیا رائے ہے۔ کتنے روز پاکستان میں قیام ہوگا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ ہندوستان میں اُردو زبان کا مستقبل کیا ہے؟ وغیرہ۔ میں ان سوالات کا جواب دیتا رہا تو ایک طالب علم نے مجھ سے سوال کیا کہ "آپ احمدی مذہب کیوں قبول نہیں کرتے؟" اِس سوال کا جواب تو میں نے یہ دیا کہ میں نے اِس مسئلہ پر آج تک کبھی غور نہیں کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میری تو دُعا ہے کہ خدا آپ کو بھی اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کامیابی نصیب نہ کرے۔ اور اِس دُعا کی وجہ یہ ہے کہ احمدی جماعت میں جتنے نیک اور مخلص لوگ ملتے ہیں وہ دوسرے کسی مذہب میں نہیں مل سکتے اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اِس جماعت کا حلقہ محدود ہے اور میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ

آپ لوگوں کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ کے طور پر جب اس جماعت کو بھی بہت زیادہ وسعت نصیب ہو گی تو اس میں بھی بُرے لوگ شامل ہو جائیں گے جیسے دوسرے بڑے مذاہب میں شامل ہیں۔ یعنی زیادہ کبوتروں کے مقابلہ پر چند سبوت زیادہ قابلِ قدر ہیں۔ سادہ سی مثال یہ ہے کہ جب میں کسی چھوٹے سے خوبصورت اور معصوم بچّے کو دیکھتا ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ یہ بچّہ کبھی بھی بڑا نہ ہو۔ کیونکہ بڑا ہونے کی صورت میں یہ اپنے حُسن اور اپنی معصومیت سے محروم ہو جائے گا۔ میرے اس جواب کو سُن کر تمام لڑکے ہنس پڑے۔ ایک لڑکے نے سوال کیا کہ خالصتان کے متعلق میری کیا رائے ہے؟ تو مَیں نے جواب دیا کہ جس شخص کے ذہن میں سب سے پہلے خالصتان قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا اُسے مَیں بیسویں صدی کا سب سے بڑا احمق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میری رائے میں خالصتان قائم ہوا تو سکھ ازم کا دُنیا سے نشان تک مٹ جائے گا اور خالصتان کی اسمبلی کا جو پہلا اجلاس ہو گا اُس اجلاس کے پہلے روز ہی اس اسمبلی کے نصف ممبر تو ہسپتال میں پہنچیں گے اور نصف حوالاتوں میں۔ کیونکہ سکھوں کی آبادی ساٹھ لاکھ ہے اور خالصتان والے اضلاع نہ تو اپنا خرچ پورا کر سکیں گے نہ ان کے پاس سمندر کا کوئی پورٹ ہو گا۔ امپورٹ اور ایکسپورٹ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اور یہ اضلاع موجودہ ہوائی دَور میں شاید ایک جیٹ ہوائی جہاز بھی نہ خرید سکیں۔ اس کے علاوہ لائق اور عاقبت اندیش لیڈروں سے سکھ قطعی محروم ہیں۔

اس تبلیغی کالج کے بعد مَیں دوسرے کالجوں میں گیا کیونکہ وہاں کے طلباء بھی میرے منتظر تھے۔ وہاں اسی قسم کے سوالات ہوتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ ایک بجے تک ان کالجوں میں رہا۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد روزنامہ اخبار الفضل کے دفتر میں گیا۔ کیونکہ اپنی صحافتی برادری کی حاضری بھی ضروری تھی۔ ڈیڑھ بجے کے قریب ہم لوگ واپس گیسٹ ہاؤس پہنچے۔ وہاں کھانا تیار تھا۔ مَیں نے اور ظفر صاحب نے کھانا کھایا کیونکہ انکار کرنا مناسب نہ تھا۔ تین بجے کے قریب ہم لوگ ربوہ سے روانہ ہوئے۔ کار میں گیانی عباد اللہ کے علاوہ ربوہ کے ایک دوسرے احمدی اور حافظ آباد کے ایک زمیندار احمدی تھے جو مجھے لینے کے لئے میرے وطن حافظ آباد سے ربوہ آئے تھے۔ راستہ میں بہت دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔ شام کو چھ بجے کے قریب ہم لوگ حافظ آباد پہنچے۔ وہاں دو گھنٹے کے قریب قیام کیا اور پاسپورٹ کی خانہ پُری کرائی۔ نو بجے کے قریب ہم گوجرانوالہ پہنچے اور گیارہ بجے نیڈو ز ہوٹل چھوڑنے کے بعد گیانی صاحب وغیرہ واپس ربوہ چلے گئے۔

ربوہ بہت وسیع علاقہ میں تعمیر کیا جا چکا ہے۔ اور صرف دس برس کے عرصہ میں اتنے بڑے قصبہ یا شہر کا آباد ہونا ایک تعجب انگیز ہے۔ کیونکہ احمدی جماعت کے لوگ عام طور پر غریب یا درمیانہ حیثیت کے ہیں جو اپنی ذاتی ضروریات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی اپنی فدا ہونے والی قابلِ قدر سپرٹ کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی جماعت کی خدمت کرنا اپنا ایمان اور فرض سمجھتے ہیں اور یہی سپرٹ احمدیت کے مذہبی جھنڈے کو ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ اکثر غیر ممالک میں بھی بلند کرنے کا باعث ہے ÷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

نماز میں لذّت نہ آنے کی وجہ
اور
اس کا علاج

"میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سُست اس لئے ہوتے ہیں کہ اُن کو اُس لذّت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالےٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے۔ اور بڑی بھاری وجہ اس کی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سُستی اور غفلت ہوتی ہے۔ سو پچاسواں حصّہ بھی تو پُوری مستعدی اور سچّی محبّت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتا۔ پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ اُن کو اس لذّت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی انہوں نے اس مزہ کو چکھا۔ اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور مؤذّن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سُننا بھی نہیں چاہتے۔ گویا اُن کے دل دکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابلِ رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ اُن کی دُکانیں دیکھو تو مسجدوں کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دُعا مانگنی چاہیئے کہ جس طرح پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں۔ نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزہ چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو! اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اُسے خوب یاد رہتا ہے۔ اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اُس کے مجسّم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اٹھ کر سردی میں وضو کر کے خوابِ راحت چھوڑ کر کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات

یہ ہے کہ اسے بیزاری ہے۔ وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذت اور راحت سے جو نماز میں ہے اس کو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اسکو سرور آجاوے۔ اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں اُسے سرور کا حاصل کرنا ہو۔ اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق و کرب کی مانند ہی ایک دُعا پیدا ہو کہ وہ لذت حاصل ہو تو میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً وہ لذت حاصل ہو جاوے گی۔ پھر نماز پڑھتے وقت اُن مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اُس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر رہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ؕ نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذات کو دل میں رکھ کر دُعا کرے۔ کہ وہ نماز جو کہ صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ؕ یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے۔ یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ نماز فواحش اور بُرائیوں سے بچاتی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نہ رُوح اور راستی کے ساتھ۔ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ اُن کی رُوح مُردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام حسنات نہیں رکھا۔ اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصّلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا باوجودیکہ معنے وہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی رُوح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً یقیناً بُرائیوں کو دُور کرتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔ نماز کا مغز اور رُوح وہ دُعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔"

(ملفوظات صفحہ ۱۵۵-۱۵۷)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ایک نمونہ

(از جناب سیّد سبط الحسن صاحب - کراچی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور آپکی اخلاقی خوبیوں پر ہمیشہ خامہ فرسائی کی جائیگی مگر اختتام نہیں ہوگا کیونکہ آپ کے کمالات شمار سے باہر ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایسے خطہ میں مبعوث ہوئے جہاں کے لوگ سخت مزاج اور وحشی تھے۔ وہ کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ وہاں کی زمین سنگلاخ تھی اور لوگوں کے دل پتھر تھے۔ وہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے' وہ معمولی معمولی باتوں پر سالہا سال تک جنگ کرتے رہتے تھے۔ آپ نے پتھر کو موم بنا دیا اور متکبر و مغرور کو حلیم الطبع اور منکسر المزاج بنا دیا۔

میں آپ کی نرم دلی اور بلند کردار کا ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔ ایک بار آپ چند رؤساء کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ کسی نے آپکو اطلاع دی کہ کوئی غریب عورت آپ کو ڈھونڈتی ہے۔ یہ سن کر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس عورت کی طرف نہایت تپاک سے یہ کہتے ہوئے بڑھے کہ "میری ماں آئی' میری ماں آئی" لوگ متعجب ہوئے کہ یہ کون ہے جس کی اتنی آؤ بھگت کی جا رہی ہے۔ یہ عورت آپ کو دودھ پلاتی تھی' جس نے بچپن میں آپ کو کھلایا تھا یہ سگی ماں نہیں تھی۔ آپ چاہتے تو اُسے انتظار کا حکم دیتے اور رؤساء سے مکالمہ جاری رکھتے لیکن آپ نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اسکا اپنا بچہ بھی نہیں کرتا۔ آپ نے نہ صرف اپنی دودھ پلائی کے ساتھ ایسا حسنِ سلوک کیا بلکہ اس کے قبیلہ بنو ہوازن کے ساتھ بھی نہایت عظیم الشان احسان فرمایا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ اس قبیلہ کے لوگ مسلمانوں کے قیدی ہو کر لائے گئے تو ان قیدیوں کی وکالت کرتے ہوئے ایک شخص (ابو برقان) نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ یہ لوگ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جس سے آپ کی دودھ پلائی حلیمہ ہیں۔ اُن سے آپ کا رضاعی تعلق ہے لہٰذا ان قیدیوں کو رہا فرمائیں چنانچہ آپ کی خواہش کے مطابق ان تمام صحابہ کرام نے اپنے اپنے حصّوں کے قیدی آزاد کر دیئے۔ یہ تھے رحمۃ للعالمین اور آپ کے سا تھیوں کے اخلاق۔ (بخاری جلد ا کتاب الوکالۃ)

اس کے مقابل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمل از روئے انجیل ملاحظہ ہو۔ متی ۱۲ : ۴۶-۵۰ و مرقس ۳ : ۳۱-۳۵ میں ہے کہ یسوع کی ماں اور اسکے بھائی جب یسوع کو ملنے آئے تو وہ اپنے شاگردوں میں کھڑا تھا کسی نے جب اس کو بتایا کہ تیری ماں اور تیرے بھائی تجھ سے ملنا چاہتے ہیں تو اس نے جواب دیا۔ "کون ہے میری ماں ؟ اور کون ہیں میرے بھائی ؟" اور اس نے اپنے شاگردوں کی طرف منہ کر کے کہا۔ "میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں۔" اسی طرح لوقا ۸ : ۱۹ اور یوحنا ۲ : ۴ میں بھی ہے کہ یسوع نے اپنی ماں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ حالانکہ طبعی طور پر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسروں کی نسبت زیادہ نرم خو ہونا چاہیئے تھا کیونکہ آپ ایسے علاقہ میں مبعوث ہوئے جہاں کے لوگ نرم مزاج اور مہذب تھے فلسطین میں بیت المقدس اور ناصرہ سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور وہاں کے لوگ مکہ کے لوگوں سے زیادہ نرم تھے لیکن مندرجہ بالا واقعہ سے ناظرین خود ہی اندازہ لگائیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بلند اخلاق رکھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق خدا اور اس کے رسول سے

(از جناب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب فاضل)

[ذیل کا وجد آفرین مقالہ جناب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (مولوی فاضل) پروفیسر جامعہ احمدیہ کا وہ لیکچر ہے جو آپ نے امسال جلسہ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام منعقدہ ۲۷ مارچ ۱۹۶۰ء میں بیان فرمایا تھا امید ہے کہ سامعینِ تقریر کی طرح اس مضمون کے قارئین بھی اس سے بہت لطف اندوز ہوں گے۔ صاحبزادہ صاحب موصوف نے خاص مؤثر انداز میں یہ تقریر کی تھی جزاہ اللہ خیراً ——— (ایڈیٹر)]

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝

وہ محبوب ازلی جس کے حسن سے سب حسینوں کو فیض ملتا ہے اور جس سے بازارِ عشق کی سب گرم بازاری ہے اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانتِ عشق کو خود پیش کیا اور جنسِ وفا کے خریدار بن کر خود بازار میں آئے لیکن اس کا کوئی خریدار نہ ہوا۔ ہم نے اس امانت کو آسمانوں کے سامنے بھی پیش کیا اور زمین کے سامنے بھی اور پہاڑوں کے سامنے بھی۔ غرض تمام مخلوق کے سامنے پیش کیا لیکن اس جنس کا کوئی خریدار نہ ہوا اور باوجود اپنی طاقتوں اور وسعتوں کے انہوں نے اس بار کے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے۔ ہاں مگر مخلوق میں سے ایک مخلوق ایسی بھی تھی جس نے آگے بڑھ کر اس بار کو جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان اور اس کی سب مخلوق عاجز آگئی تھی خود اٹھا لیا۔ یہ سر پھرا، یہ اس کی محبت میں از خود رفتہ کون تھا؟ یہ انسان تھا اور اس نے یہ جرأت اسلئے دکھائی کہ وہ ظلوم و جہول واقع ہوا ہے۔ جب اس کے دل میں کسی کی لگن لگتی ہے تو وہ باقی ہر چیز کو بھول جاتا ہے، وہ اپنی جان پر محبوب کی خاطر ہر قسم کا ظلم سہنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، وہ اپنے سے بہمہ وجوہ اور بہمہ وجود کھویا جاتا ہے اور سر تا پا اسی کا ہو جاتا ہے اور اس کا ہر دم یہی نعرہ ہوتا ہے کہ؎

جاں فدائے او کہ او جاں آفرید

دل نثار آنکہ زو شد دل پدید

غرض ہر زمانے میں انسانوں میں سے کامل وجود ایسے ہوتے رہے ہیں جو اس امانتِ عشق کو اٹھاتے ہیں اور اپنے کامل درجہ کے صدق و وفا سے اس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ ہمارے اس زمانہ میں جبکہ مادیت اور نفسانیت کے

جوشود) کی وجہ سے متاعِ محبت بالکل کاسد ہوگئی تھی اور عشق و محبت کی باتیں محض قصہ کہانی بن چکی تھیں۔ کوئی اس جنس کا خریدار نہ رہا تھا۔ کوئی اس یارِ ازلی کے لئے جو حسن کی کان اور ہر جان کی جان ہے سر دینے اور جان نچھاور کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ ناگہاں وہ جلوہ حسن ایک گمنام اور بےکس شخص پر نازل ہوا اور اس کے دل کو اپنے عشق سے تاباں اور اس کی جان کو اپنی محبت سے منوّر کر گیا۔ وہ اس حسن سے اتنا ازخود رفتہ ہوا اور اس کا ایسا دیوانہ ہوا کہ اس نے اپنے دیوانہ وار نعروں سے ایک شورِ محشر برپا کر دیا۔ جس کی وجہ سے آخر سوئی ہوئی دنیا کو اس کی آواز پر کان دھرنے ہی پڑے۔ اس کی سُننی ہی پڑی۔ بہتوں کے دل اس نے اپنے محبوب کے حسن کے تذکروں سے گرم کر دیئے اور یہ متاع کاسد یہ مال جس کا کوئی خریدار نہ رہا تھا پھر سے رائج ہوگئی اور الحمد للہ کہ پیار کی ریت اور وفا کی رسم پھر سے جاری ہوگئی۔

حسنِ ازلی کا یہ عاشقِ صادق اور خدا کا یہ یارِ وفادار ہمارا مقتدا میرزا ئے قادیانی ہے۔ اسلام جو ایک مذہبِ عشق ہے اور وہ آتشیں شریعت ہے جو انسان کے دل میں خدا کی محبت کو افروختہ کر کے غیر اللہ کے خس و خاشاک کو جلا دیتی ہے لیکن جسے دنیا کے کیڑوں نے محض شرائع و رسوم کا پلندہ بنا رکھا تھا اُسے آپ نے پھر سے مذہبِ عشق کے رنگ میں پیش کیا اور ظواہر پرستوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسباب کو عیاں کر دیا کہ آپ کا مذہب مذہبِ عشق تھا۔ فرماتے ہیں ؎

بے عشق دلے پاک شود من نہ پذیرم
عشق است کزیں دام بیکدم برہاند

یعنی خواہ کوئی ہزار کہے میں اس بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ بغیر عشق بھی دل پاک ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ عشق ہی تو ہے جو ہوا و ہوس کے دام سے یکدم چھڑا دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل بچپن ہی سے خدا کی محبت میں سرشار تھا۔ بلکہ یوں کہنا بہتر ہوگا کہ اس قسامِ ازل نے یہ دولت آپ کو رحمِ مادر ہی میں عطا کی تھی اور یہ شیرینی آپ کے جسم میں شیرِ مادر کے ساتھ داخل ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں ؎

حوالتم بفلک کردہ اند روزِ نخست
کنوں نظر بمتاعِ زمیں چرا باشد

یعنی مجھے تو پہلے دن سے ہی آسمان کی لو لگا دی گئی ہے اسلئے زمین اور زمین کی چیزوں پر میری نظر ہو کس طرح سکتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں ؎

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

اور جوں جوں آپ بڑھتے گئے توں توں اس درد کی لذّت بھی بڑھتی گئی۔ اُس زمانہ میں بھی جبکہ بچوں کا مشغلہ سوائے کھیل کود، شوخی و شرارت کے کچھ اور نہیں ہوتا آپ (علیہ السلام) کسی کے حسن میں مستغرق بیٹھے رہتے یا کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتے اور اس عمر میں جبکہ انسان کی خواہشات کا کوئی شمار نہیں ہوتا آپ کی اگر کوئی خواہش تھی تو یہی کہ "خدا میرے نماز نصیب کرے" پھر جوانی

آئی جس میں جسمانی اور نفسانی جوش اپنی انتہاء پر ہوتے ہیں اور جو دیوانی کہلاتی ہے۔ آپ کی جوانی بھی دیوانی تھی لیکن ہوا و ہوس کی نہیں بلکہ اپنے خدا کی۔ آپ کے دل میں بھی جوش تھے، امنگیں تھیں لیکن ان پاک جوشوں اور ان روحانی امنگوں سے سوائے آپ کے محبوب کے جس کی محبت میں یہ جوش تھے اور جس کے قرب کی یہ امنگیں تھیں کوئی دوسرا واقف نہ تھا بلکہ دوسرے لوگ آپ کو اپنے سے مختلف پاکر اور دنیا سے پہلو تہی کرنے والا جان کر گویا کہ وقت ضائع کرنے والا اور اپنے خیال میں ترقیات کی فطرتی خواہش سے خالی ہونے کی وجہ سے گویا کہ پست ہمت سمجھتے تھے اور آپ کے والد آپ کی اس محویت کی حالت کو دیکھ کر کبھی ملّاں، کبھی مسیتڑ اور کبھی شرمیلی دلہن کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

جہاں محبت ہوتی ہے وہاں محبوب کا ذکر ہر وقت وردِ زبان رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی ذکر تھی اور آپ کا لمحہ لمحہ ذکر الٰہی میں گزرتا تھا یا اس محبوب کے تذکروں کو دنیا تک پہنچانے اور اس کی طرف دعوت دینے میں۔ فرماتے ہیں ؎

ہر دم از دل و جاں وصفِ یارِ خود بکنم
من آں نیم کہ تغافل ز کارِ خود بکنم
بہر زماں بدلم ایں ہوس ہمیں جوشد
کہ ہر چہ ہست نثار نگارِ خود بکنم

یعنی ہر دم اور ہر لحظہ میں دل و جان کے ساتھ اپنے محبوب کے ذکر میں مشغول ہوں اور رہوں گا۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنے فرض کی ادائیگی سے کوتاہی کرتے ہیں۔ میری تو ہر وقت یہی ایک خواہش ہے اور ہر وقت دل میں یہی جوش اٹھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ سب اپنے نگار اپنے پیارے پر نثار کر دوں ؎

اگرچہ در رہِ جاناں چوں خاک گردیدم
دلم تپید کہ فدایش غبارِ خود بکنم

یعنی اگرچہ میں اپنے جاناں کی راہ میں خاک ہو گیا ہوں پھر بھی میری تسلی نہیں ہوئی بلکہ میرا دل اس بات کیلئے تڑپتا ہے کہ یہ غبار بھی اُسی پر فدا کر دوں۔

پھر جہاں محبت ہو وہاں محبوب کے سوا کسی اَور کی دید حرام ہو جاتی ہے اور ہر طرف وہی نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

حسن و خُلق و دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

حسن اور خُلق یعنی احسان اور دلبری تو بس تجھ پر ختم ہے۔ تجھ سے ملنے کے بعد کسی اَور کی صحبت کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں ؎

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے ترے دیدار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

تیری تو نکیلی نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دم گھٹے بیمار کا
اُس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

محبوب کے لئے غیرتِ عشق کا ایک لازمی خاصہ ہے۔ فرماتے ہیں ؎

در دو عالم مَر ترا نظیر یار کجا
عاشقاں را بغیر کار کجا

یعنی دونوں جہان دیکھ ڈالو عالم وجوب وامکان میں ہر طرف نظر دوڑالو تمہیں میرے محبوب کا نظیر کہیں نہیں ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے عاشق اس کے غیر سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔

پھر فرماتے ہیں ؎

باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اِک دل کا یارِ جانی
دل میں مرے یہی ہے سبحان من یرانی

اور فرماتے ہیں ؎

آنچہ غیر خدا بخاطرِ تست
آں بُتِ تست اے بایماں سُست
پُرحذر باش زیں بتانِ نہاں
دامنِ دل زدستِ شاں برہاں

اے سُست ایمان انسان تیرے دل میں خدا کے سوا جو کوئی اور جو کچھ بھی ہے وہ ایک بُت ہے جو تُو نے بنا رکھا ہے خبردار ان پوشیدہ بتوں سے ہوشیار رہو اور اپنے دل کے دامن کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا لو۔

آپ اس محبت کو جو آپ کے دل میں اُس بے چگوں اور بے مثل کے لئے ہے ایک فطرتی ودیعت اور گویا اپنی جان کے ساتھ سمجھتے ہیں فرماتے ہیں۔ مَیں ان نشانوں کا شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں مگر دنیا انہیں نہیں دیکھتی۔ لیکن اسے مرے خدا مَیں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے اور میری روح تیرے نام سے ایسا اچھلتی ہے جیسے کہ ایک شیرخوار بچہ ماں کے دیکھنے سے اچھلتا ہے۔

دوستو! اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اِنَّنِی مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کا نعرہ لگانا کھیل نہیں۔ اس راہ میں ہزاروں خطرات اور آندھیوں طوفانوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ راہ خارزار ہے جس میں سب دشمن ہو جاتے ہیں اور انسان طرح طرح کی تکالیف اور قسم قسم کے مصائب سے آزمایا جاتا ہے اور ہر وقت اسے ہزاروں موتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن عاشقِ صادق ان موتوں کو ہنستے کھیلتے قبول کرتا ہے۔ اور ہر تکلیف کو جو اس راہ میں پہنچتی ہے محبوب کی طرف سے ایک تحفہ سمجھ کر شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا ہے، وہ پیسا جاتا ہے، وہ مٹایا جاتا ہے لیکن حرفِ شکایت کو زبان پر نہیں لاتا کیونکہ اسے طریقِ ادب اور رسمِ وفا کے خلاف جانتا ہے۔ حضرت اقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) صادقوں کی اپنی صفات کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

نتابد از رہِ جانان خود سرِ اخلاص
اگرچہ سیلِ مصیبت بزور ہا باشد
براہِ یارِ عزیز از بلانہ بپرہیزد
اگرچہ در رہِ آں یار اژدہا باشد

یعنی صادق اُس جانِ جہاں سے کبھی اور کسی حال میں تعلقِ اخلاص کو نہیں چھوڑتا خواہ اس راہ میں کتنے ہی طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور اُس یارِ عزیز کی خاطر جب اُسے مصیبتیں بھی پڑیں تو اُن سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا۔ فرماتے ہیں ؎

در کوئے تو اگر سرِ عشّاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زند منم

اے میری رُوح کی رُوح اور میری جان کی جان اگر تُو یہ رسم جاری کرے کہ جو بھی تیری محبت کا دعویٰ کرے اس کا سر تن سے جُدا کیا جائے تو بھی مَیں تیری محبت سے باز نہیں آؤں گا۔ بلکہ مجھے تیری ہی قسم سب سے پہلے تیری محبت کا دعویٰ کروں گا۔

اور آزارِ محبت کی لذّت اتنی ہے کہ اِس بیماری سے شفاء کو ہلاکت سمجھتے ہیں ؎

دوائے عشق نخواہم کہ آں ہلاکِ ماست
شفائے ما بہمیں رنج و درد و آزارے

انکی محبت میں آپ کی سب لذّات ہیں، وہی آپ کی جنّت ہے ؎

مجھے اُس یار سے پیوندِ جاں ہے
وہی جنّت وہی دار الاماں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبت کا تو اِک دریا رواں ہے

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے چاہنے والوں کے لئے دوزخ بھی مقدّر ہو تو بھی وہ اس کی محبت سے باز نہ آئیں۔ کیونکہ ان کو جو اُس کی یاد میں اور اس کے حسن و احسان کے تصوّر میں لطف حاصل ہوتا ہے جہنّم کا عذاب بھی اِس لذّت اور سرور کو چھین نہیں سکتا۔ اس کو مخاطب کرتے ہوئے عرض پرداز ہیں ؎

از بس لطیفی دلبرا در ہر رگ و تارم درآ
تا چوں بخود یابم ترا دل خوش تر از بستاں کنم

اے کہ تو از حد لطیف ہے لطف فرما اور مرے رگ و پے میں سما جا۔ جب تو مجھے مل جائے تو پھر مجھے کسی دوسری جنّت کی ضرورت نہیں ؎

در سرکشی اے پاک خو جاں بر کنم در ہجرِ تو
زانساں ہمے گریم کہ ذیک عالمے گریاں کنم

لیکن اگر اے پاک خو تو نے مجھ سے منہ موڑ لیا تو یاد رکھ تیرے ہجر میں اپنی جان دے ڈالوں گا اور اتنا روؤں گا اتنا روؤں گا کہ ایک عالَم کو رُلا دوں گا۔

لیکن جہاں آپ اس کی ناراضگی سے ڈرتے اور اس کے ہجر کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے تھے وہاں آپ کو اللہ کی محبت پر ناز بھی بہت تھا اور اپنے دشمنوں کو بار بار للکارتے تھے کہ دیکھنا مجھے اکیلا سمجھ کر کوئی جہالت نہ کرنا۔ مَیں اکیلا نہیں میرے ساتھ وہ میرا یارِ یگانہ بھی ہے جو میری پُشت پناہ اور میرا حصار ہے ؎

سر سے لیکر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

نیز فرماتے ہیں ؎

زفکرِ تفرقہ باز آ بآشتی پرداز
وگرنہ گریہ بر غمگسارِ خود بکنم

دیکھو تفرقہ اندازی کے خیالات کو چھوڑ دو اور فساد سے باز آؤ ورنہ یاد رکھو میں اپنے غمگسار اور اپنے وفادار کے سامنے گریہ وزاری کروں گا اور روؤں گا۔

صاحبِ دل ذرا اِس اعتماد اور ناز پر غور کریں۔ یہ بناوٹ اور تصنع سے پاک انداز کیا اس معصوم بچہ کے انداز سے بھی زیادہ پُر اعتماد، زیادہ ناز پروردانہ اور زیادہ معصومانہ نہیں جیسے جب کوئی کہے کہ میں تمہیں ماروں گا تو وہ معصوم کہتا ہے لو ذرا پھر مار کر تو دیکھو میں ابھی اپنی اماں سے کہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت سے آپ کی اس کی ذات کے سوا اور اس کے قرب کی لذّت کے حصول کے سوا کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ فرماتے ہیں ؎

سیاہ باد رُخِ بختِ من اگر بدلم
دگر غرض بجز از یارِ آشنا باشد

یعنی اس یارِ آشنا کے سوا اگر اس کی محبّت سے میری کوئی اور بھی غرض ہو تو خدا کرے کہ میرا نصیبہ مجھ سے مُنہ موڑ لے اور میرے بخت کا مُنہ کالا ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کو یوں مخاطب کرتے ہیں ؎

در دو عالَم مرا عزیز توئی
وانچہ میخواہم از تو نیز توئی

مجھے تو بس دونوں جہان میں ایک تُو ہی پیارا ہے۔ اور جو دولت میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ دولت تُو ہی تو ہے۔

محبت کا دعویٰ کرنا تو کچھ بھی مشکل نہیں۔ ایسا دعویٰ محض لاف سے بھی ہو سکتا ہے۔ کسی کی محبت کے سچے ہونے کا پتہ اس کی قربانی، اس کی عاشقانہ حالت، اس کے صدق وصفا اور وفا اور یار کی راہ میں ہر قسم کے دُکھ اور مصیبت اور تلخی اور خرابی اور ہر طور کی ذلّت کو برداشت کرنے اور ہر عزیز سے عزیز چیز کو۔ اپنی جان، اپنے مال، اپنی عزّت وآبرو، اپنی آل و اولاد، اپنی راحت اور خوش وقتی کو قربان کر دینے سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دعویٰ عشق کے اثبات میں اس قسم کے ثبوت دینے کی کوئی ضرورت اس لئے نہیں کہ آپ کی زندگی ایک کُھلی کتاب ہے جس پر ایک نظر ڈالنے سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ غرقہ دریائے توحید از وفا کے کامل مصداق بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اوّلین مصداق تھے۔ فرماتے ہیں ؎

جنسِ نام وننگ را زِ داماں ریختیم
یار آمیزد مگر با ما بخاک آمیختیم
دل بدادیم از کف وجاں در رہے انداختیم
وز پئے وصل نگارے حیلہ ہا انگیختیم

عزّت و نام کو ہم نے خیر باد کہا اور اس امید پر کہ کسی طور وہ محبوب مل جائے خاک میں مل گئے۔ ہاتھ سے دل دیا اور اس کی راہ میں جان کو ردّی چیز کی طرح پھینک دیا۔ اور اُس بہارِ حسن سے ملنے کے جتنے بھی حیلے اور تدبیریں ہو سکتی تھیں سب اختیار کیں۔

آپ کے صدق و وفا کا یہ حال تھا کہ ؎

غریق در طلاطم بحرِ محبت

نہ بر مہرش نظر باشد نہ برکیں

بگوشِ عاشق از لبہائے دلدار

چناں نفریں عزیز آید کہ تحسیں

جو میری طرح بحرِ محبت کی گہرائیوں میں کھوتے جاتے ہیں اُن کی نہ محبوب کی عنایت و محبت پر نظر ہوتی ہے نہ غصّے پر بلکہ عاشق کے کانوں میں محبوب کے لبوں سے نکلی ہوئی ہر بات پیاری لگتی ہے خواہ نفریں ہی کیوں نہ ہو۔ اور اپنے خدا سے آپ یوں مخاطب ہوتے ہیں ؎

خواہی بقہرم کن جُدا خواہی بلطفم رو نما

خواہی بکُش یا کُن رہا کے ترکِ آں داماں کنم

تُو مالک ہے تجھے سب اختیار حاصل ہے۔ اب خواہ تُو مجھے اپنے سے دُور کر دے یا لطف فرما کر اپنا چہرہ دکھا دے۔ خواہ قتل کر دے یا رہا کر دے۔ تُو جو چاہے سو کر لیکن مَیں بھی کہے دیتا ہوں کہ مَیں نے جو تیرا دامن پکڑا ہے اب مَیں اُسے چھوڑنے کا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالےٰ کی راہ میں جس طرح مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے ہیں' جس طرح محض ربّنا اللّٰہ کہنے پر آپ کی بنی بنائی عزّت ختم ہو گئی سب دوستوں عزیزوں نے مُنہ موڑ لیا اپنے بیگانے ہو گئے اور عمر بھر کے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا غرض ہر نوع کی شدّت اور تکلیف سے آزمائے گئے لیکن ہر طوفان کے تھپیڑے آتے اور اس پہاڑ سے ٹکرا کر مٹ گئے اور اس پر کوئی اثر نہ کر سکے۔ ہر آندھی آئی اور گزر گئی لیکن اِس مردِ میدان کے قدموں کو جنبش نہ دے سکی۔ غرض تمام آفتوں اور مصیبتوں میں آپ کی استقامت اور ہر حالت میں اُس یارِ یگانہ سے آپ کی وفاداری سورۂ احزاب کی اِس آیت کی صحیح تفسیر ہے جو مَیں نے شروع تقریر میں تلاوت کی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

بکارِ دیں نترسم از جہانے

کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

صدق و وفا کا سب سے بڑا امتحان اُسوقت ہوتا ہے جبکہ خود محبوب کی طرف سے یوں اظہار ہو کہ گویا اس نے اپنے عاشق کو چھوڑ دیا ہے اور اس سے مُنہ موڑ لیا ہے اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا لیکن پھر بھی عاشق کی محبّت میں فرق نہ آئے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس قسم کے ابتلاء بھی نازل کئے اور اس طرح بھی آپ کو آزمایا تا دُنیا پر اپنے عاشق کا صدق و صفا اور وفا اور اپنی راہ میں اس کی ہمت و شجاعت اور پامردی اور استقامت ظاہر کر دے۔ اور تا دُنیا کو معلوم ہو کہ ایک ایسی بھی محبّت ہے جس میں زخم و مرہم کا امتیاز اور ما و شما کا جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ بشیر اوّل کی وفات اور آتھم کی پیشگوئی کی پہلی میعاد کے گزرنے کے مواقع ایسے ہی مواقع تھے جس میں آپ کی ہر درجہ کامل استقامت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوا جبکہ کئی مخلصوں کو ٹھوکر لگ گئی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اصل ہدف تھے استہزاء اور ملامتِ خلق کا۔ آپ کی زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ آیا۔ اور آپ نے کبھی اس سے یہ نہیں کہا کہ خدایا مَیں نے تو

یہ سب کچھ تیرے لئے کیا تھا تُو نے مجھ سے یہ کیا کیا کہ گویا مجھے دُنیا کی نظروں میں جھوٹا کرکے دکھایا بلکہ اس کے اُلٹ اِن مواقع پر آپ کے اطمینان اور استقامت نے پہلے سے بڑھ کر رنگ دکھایا۔ چنانچہ بشیر اوّل کی وفات پر حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں کہ "اس کی وفات سے میرا ایمان اور بھی بڑھ گیا ہے" اس طرح آپ نے اپنی استقامت سے اپنے کامل درجہ کے صادق ہونے پر مُہر لگا دی۔

مارٹن کلارک کے مقدمہ ارادہ قتل میں آپ کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوا جس کی کسی طرح حضور کے مریدین میں سے کسی کو اطلاع ہو گئی تو وہ گھبرایا ہوا حضور کے پاس آیا لیکن آپ نے بالکل گھبراہٹ یا خوف کا اظہار نہ کیا بلکہ نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا۔ لوگ اپنے بچوں کے لئے سونے چاندی کے کنگن بنواتے ہیں اگر میرا خدا مجھے لوہے کے کنگن پہنانا چاہے تو مَیں اسی میں خوش ہوں ؎

گر قضا را عاشقے گردد اسیر
بوسد آں زنجیر را کز آشنا ست

دُنیا کی سفلی اور پُر دغدغہ اور نفسانی محبتوں میں جو رشک و رقابت اور حسد ہوتا ہے۔ اِس پاک اور آسمانی محبت میں اس کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے اُلٹ عاشق کی یہی تڑپ ہوتی ہے کہ ساری مخلوق ہی اس کے محبوب پر جان نثار کرنے لگ جائے جو اُن کا مالک اور پیدا کرنے والا ہے اور جو اکیلا ہی اِس لائق ہے کہ سب کو چھوڑ کر اسی کو اپنا مطلوب و مقصود بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دوستاں خود را نثار حضرت جاناں کنید
در رہ آں یار جانی جان و دل قرباں کنید

دوستو! اپنے آپ کو جاناں پر نثار کر دو اور اپنے جان و دل کو اس یارِ جانی کی راہ میں قربان کر دو اسلئے کہ ؎

آں خردمندیکہ او دیوانہ راہش بود
ہوشیار ست آنکہ مست روئے آں یار حسیں
ہست جام عشق او آبِ حیات لازوال
ہر کہ نوشیدست او ہرگز نمیرد بعد ازیں

عقلمند وہ ہے جو اس کی راہ میں دیوانہ ہو اور ہوشیار وہ ہے جو اُس پیارے کے حسین چہرہ کے حسن سے مست ہے اس کے عشق کا جام زندگی کا پانی ہے۔ ایسی زندگی جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ جو بھی اس جام میں سے پیتا ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی پیار کے قابل نہیں۔

دل مدہ اِلّا بدلدارے کہ حسنش دائم است
تا سرورِ دائمی یابی ز خیر المحسنین

یعنی جس کا حسن فانی ہے اُسے دل دیکر کیا کرو گے اس سے دل لگاؤ جس کا حسن دائمی ہے تا تمہیں دائمی سرور حاصل ہو۔ اور فرماتے ہیں :۔

"کیا ہی بدبخت ہے وہ انسان
جس کو یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا

ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اسے دیکھا اور ہر خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دَوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں.... اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا..... خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہوگا۔"

(کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا نمایاں اور نہایت نمایاں پہلو وہ محبت ہے جو آپ کے دل میں آنحضرت فداہ نفسی و روحی وابی واُمّی کے لئے تھی۔ دنیا کے کسی انسان نے کسی دوسرے انسان سے ایسی محبت نہیں کی جیسی اِس عاشقِ رسولؐ نے محبوبِ خدا سے کی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دل سے یقین رکھتے تھے اور آپ کو دکھایا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بغیر محبوب حقیقی کے وصال کا خیال خیالِ خام ہے اور آپ برأی العین اور ذاتی مشاہدہ کے طور پر جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر اتم الوہیت اور جامع کمالات انسانی ہیں اور حسن و احسان میں اور خوبی اور محبوبی اور دلبری اور نازنین مخلوقات میں سے کوئی اس محبوبِ خدا کا ہم پلّہ اور شریک نہیں ؎

از بنی آدم فزوں تر در جمال
وز لآلی خوب تر در گوہرے

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حسن و جمال میں تمام بنی آدم سے بڑھ کر ہیں اور چمک دمک اور آب و تاب میں ہر موتی سے بڑھ کر۔ حضرت مسیح موعودؑ یقینی طور پر جانتے تھے کہ جتنا احسان بنی نوع انسان پر آنحضورؐ کا ہے کسی دوسرے

نبی کا نہیں۔ اور اگر سارے نبی اکٹھے ہو کر بھی آجاتے تو وہ کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور وہ فساد جو آپؐ کے ہاتھوں سے دُور ہوا اور وہ توحید مُردہ جس کو آپؐ نے ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا اور وہ لاکھوں مُردہ انسان جو آپؐ کے ہاتھ سے اور آپ کی قوتِ قدسیہ سے معجز نما زندگی پانے والے ہو گئے یہ کام پہلے اور پچھلے سارے نبی مل کر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

"یہ نبی جس کا نام محمد ہے (ہزاروں ہزار درود و سلام اس پر ہو) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی تھا۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے"

حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں "میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پیدا ہوا ہوں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلعم کے ذکر بلکہ محض نام لے دینے پر آپ کی آنکھوں میں آنسو نہ آگئے ہوں۔ آپ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رواں رواں اپنے آقا حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلعم کے عشق سے معمور تھا۔" چنانچہ فرماتے ہیں ؎

یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام
وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

اے نبی اللہ میں تیرے ہر بال پر فدا ہوں۔ اگر مجھے ایک لاکھ جانیں بھی دی جائیں تو سب تیری راہ میں قربان کر دوں۔ نیز فرماتے ہیں ؎

تا مرا نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند
عشقِ او در دل ہمے جوشد چو آب از آبشار
تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم
تا دلم دورانِ خوں دارد بتو دارد مدار
یا رسول اللہ بروئیت عہد دارم استوار
عشقِ تو دارم ازاں روزے کہ بودم شیرخوار

یعنی جب سے کہ مجھے میرے رسول کے نور پر اطلاع دی گئی میرے دل میں اس کا عشق اس طرح جوش کرتا ہے جس طرح آبشار کا پانی۔ جب تک میری جان ہے اے میرے پیارے رسول تیرا عشق میرے دل میں رہے گا بلکہ میرے تو خون کے دوران کا دارومدار ہی تیری محبت پر ہے۔ یا رسول اللہ آپ کے پیارے چہرے سے میرے دل کا تعلق تو ازلی تعلق ہے میں تو تجھ سے اُس وقت سے عشق کرتا ہوں کہ ابھی دودھ پیتا بچہ ہی تھا۔ اس بات کو کوئی مبالغہ سمجھے تو سمجھے لیکن یہ حقیقت ہے جس پر آپ کی ساری زندگی اور آپ پر نازل ہونے والا خدائی کلام گواہ ہے کہ آپ کی رسول پاکؐ سے محبت شیرخوارگی سے تھی بلکہ آپ کی روح کو رسول پاکؐ کی روح سے ایسا پیوند تھا کہ کہہ سکتے ہیں کہ جب سے آپ کی روح پیدا ہوئی وہ رسول پاک کی روح کی والہ و شیدا تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے آقا سے عشق ایسا مضمون نہیں ہے کہ وہ کسی ایک وقت میں بیان کیا جاسکے یا یہ کہ ایک محدود وقت میں بیان ہو سکے۔ بلکہ عشق و محبت کی یہ حکایت تو ایک زندہ جاوید حکایت ہے اور جب تک

دُنیا باقی ہے اِس عشق کے گیت گائے جائیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کامل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں کھوئے گئے تھے اور آپ ہی کے ہو گئے تھے۔ آپ ہی کی مراد کو اپنی مراد سمجھتے تھے۔ آپؑ کے دین کی خدمت اور رسول پاکؐ کے باغ کی اپنے خون سے آبیاری ہی آپؑ کا مقصود تھی اور اسی میں آپ کی ساری خوشی تھی، آپ کی اپنی کوئی خوشی اور آپ کی اپنی کوئی مرضی نہ تھی۔ فرماتے ہیں ؎

ہر کسے اندر نمازِ خود دُعائے می کند
من دُعاہائے بر و بارِ تو اے باغ و بہار

ہر شخص اپنی نماز میں اپنی مرادوں اور اپنی کامیابی کے لئے دُعائیں کرتا ہے لیکن اے میرے رسولؐ! میری تو ساری دُعائیں تیرے لئے وقف ہیں اور میری تو یہی دُعا ہے کہ اے میرے باغ اور میری زندگی کی بہار تیرے باغ میں پھر سے بہار آئے اور اس کی ڈالیاں عمدہ میووں اور خوبصورت پھولوں سے جن کی خوشبو سے ساری دُنیا کے دماغ مہک جائیں لد جائیں۔ نیز فرماتے ہیں ؎

تیرے مُنہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

حضرت اقدسؑ کی یہ محبت اِس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ رسولِ پاکؐ کی محبت آپ کو اپنے بدترین دشمنوں سے بھی بھلائی کرنے پر گویا مجبور کر دیتی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعویٔ حُبِّ پیمبرم

کہ اے دل خواہ یہ میرے کیسے ہی دشمن ہیں لیکن یہ تو سوچ کہ اپنے آپکو کس ذات کی طرف منسوب کرتے ہیں اور خواہ یہ کتنے ہی بُرے ہیں لیکن یہ نہ بھول کہ آخر دعویٰ تو میرے اپنے رسولؐ کی محبت کا کرتے ہیں۔ اسلئے تو بھی ان کی خاطر ملحوظ رکھ اور ان کے متعلق کسی بُرائی کا خیال نہ لا۔

محبت کا سب سے بڑا ثبوت وہ استقامت ہوتی ہے جو انسان اُس راہ میں دکھاتا ہے۔ یہ مضمون بہت لمبا ہے اس بارے میں صرف حضورؑ کے ایک شعر کے درج کر دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

دل نمے ترسد بمہرِ تو مرا از موت ہم
پائیداری ہا ببیں خوش مے روم تا پائے دار

یعنی یا رسول اللہ آپ کی محبت میں میرا دل موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ آقا ذرا میری پائیداری اور استقامت تو دیکھئے کس طرح مَیں پھانسی کے تختہ کی طرف خوش خوش جاتا ہوں۔ اس میں مارٹن کلارک کے مقدمہ قتل کی طرف اشارہ ہے جس میں محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے آپ کے خلاف آپ کی جان لینے کے لئے جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا گیا تھا۔

آپؑ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور کمال ایسی ظاہر و باہر چیز ہے کہ اس کے لئے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔ فرماتے ہیں :-

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل چاہتے ہو تو ذرا آنکھیں کھول اُس حسنِ لازوال اُس رُوئے تاباں کو دیکھ لو اور جب آنکھ کھول کر دیکھو گے تو لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے عاشق ہو جاؤ گے اسلئے کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ گویا آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا معاملہ ہوگا۔ کیا آفتاب کو نصف النہار پر دیکھ کر اس کی موجودگی کی دلیل مانگا کرتے ہو؟ پھر جب آفتاب کے لئے جو اپنے نور میں فرو تر ہے کسی دلیل کی ضرورت نہیں تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی دلیل کی کیونکر ضرورت ہو سکتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا بس یہ ضرورت بہت ہے۔

عشق کے مضمون کے ساتھ غیرتِ عشق کا مضمون ایک لازمی چیز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کیلئے بے انتہا غیرت تھی۔ آپؑ ہر ایک سے نیکی کرنا خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ضروری سمجھتے تھے لیکن لیکھرام کا سلام تک قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے"۔ ناموسِ رسولؐ کے لئے غیرت کا ایک ایسا سبق ہے جو کسی احمدی کو بھول نہیں سکتا۔ اس جذبہ کا کچھ اندازہ آپ کی اس تحریر سے ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

عیسائیوں نے ہمارے رسول کریم پر بہت
کمینہ بہتان باندھے ہیں۔ اللہ کی قسم میرے
دل کو کبھی کسی چیز نے اتنا دُکھ نہیں دیا
جتنا ان کی حضرت خیر الورٰی کے حق میں
گالیوں اور طعن و تشنیع نے۔ خدا کی قسم
اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد
اور میرے سارے دوست میری آنکھوں
کے سامنے قتل کئے جائیں اور میرے
اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے جائیں
اور میری دونوں آنکھیں نکال دی جائیں
اور میں اپنی ساری مرادوں اور تمام خوشیوں
اور تمام راحت و آرام کو کھو بیٹھوں تو یہ سب
باتیں میرے لئے قابلِ برداشت ہیں بہ نسبت
اس تکلیف اور دُکھ کے جو آنحضور صلعم کے متعلق
بیہودہ گوئی کی وجہ سے میرے دل کو پہنچا ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نہایت حلیم و بردبار، نہایت رقیق القلب اور حد درجہ غریبی اور مسکنت کی زندگی بسر کرنیوالے تھے آپ کو بڑے بڑے دکھ دیئے گئے اور حد سے زیادہ ستایا گیا اور ایسی ناپاک گالیاں دی گئیں جو دُنیا کے کسی ذلیل ترین و پلید ترین انسان کو بھی نہیں دی گئی ہونگی لیکن آپ نے کبھی انکا جواب نہ دیا، کبھی اُف تک نہ کی بلکہ خندہ پیشانی سے ہر تکلیف اور ہر آزار کو برداشت کرتے رہے اور تلخ سے تلخ بات کو سُنتے رہے۔ لیکن ایک بات جو آپ نہیں سُن سکتے تھے وہ یہ تھی کہ آپکے رسولؐ کو کوئی بُرا کہے اور ایک ہی بات جو آپ کی برداشت سے باہر تھی یہی تھی کہ اس مقدس ذات کے متعلق کوئی ناشائستہ کلمہ زبان پر لایا جائے۔ آپ نے اپنے بڑے سے بڑے دشمنوں کو معاف

کر دیا لیکن رسول پاکؐ کے دشمنوں کو معاف نہیں کیا کیونکہ یہ غیرتِ عشق کا معاملہ تھا۔ بلکہ ہر گندہ دہن بدگو کو جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ بھی گستاخی کی آپ نے پکڑ کر آتھم کو ہاویہ میں گرایا۔ لیکھرام کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور جب امریکہ میں ایک شخص ڈوئی نے آنحضورؐ کے خلاف بیہودہ گوئی کی تو آپ نے اسے وہاں بھی نہ چھوڑا بلکہ وہیں اسے جا پکڑا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک اسے داخلِ جہنم نہ کر دیا۔

باتیں تو اور بھی بہت ہیں اور یہ نافہ تو ایسا ہے کہ کھولتے جاؤ اور خوشبو اس کی پھیلتی جائے اور یہ شربت ایسا شیریں ہے کہ ایک دفعہ منہ سے لگا لو تو ہٹایا نہ جائے لیکن وقت کی تنگی کے خیال سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اشعار درج کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

انظر الیّ برحمۃٍ و تحنّنٍ
یا سیّدی انا احقر الغلمان
یا حِبِّ انّک قد دخلت محبّۃً
فی مھجتی و مدارکی وجنانی
من ذکر وجھک یا حدیقۃ بھجتی
لم اخلُ فی لحظٍ ولا فی آنٖ

آقا! ذرا میری طرف رحمت اور محبت کی نظر کیجئے۔ مولا! میں آپکا ایک حقیر ترین غلام ہوں۔ اے میرے محبوب تیری محبت میرے خون میں جاری وساری ہو گئی ہے وہ میرے تمام حواس پر مسلط ہو چکی ہے، وہ میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ اے وہ جو میری خوشیوں کا باغ ہے میں تیرے پیارے چہرے کی یاد سے ایک لمحہ اور ایک آن بھی خالی نہیں رہتا۔

سبحان اللہ! عشق و محبت بھی کیسی عجیب طاقت ہے جس کے آگے کوئی روک ٹھہر نہیں سکتی۔ جس کے آگے کوئی چیز انہونی اور ناممکن نہیں۔ وہ زمان اور مکان کی سب قیود سے بالا ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو دیکھو کہ اسی محبت کی طاقت اور جذب کی وجہ سے تیرہ سو سال کے بُعد کو یوں پاٹ گئی جس طرح کوئی بُعد اور دُوری تھی ہی نہیں اور اس طرح رسول پاکؐ کی روح کے ساتھ پیوند ہو گئی جس طرح کوئی مانع تھا ہی نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قوتِ قدسیہ کو بھی دیکھو، اپنے عاشق اور وارث کو یوں فیض پہنچایا۔ گویا ایک قادیانی اور دوسرا مکی مدنی نہ تھا بلکہ دونوں ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمانہ کے رہنے والے تھے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں حاضر ہوتے تو اس سے زیادہ کیا حاصل کر لیتے جو اب آپ نے حاصل کیا۔ یہ سب عشق کی برکت اور محمد عربی فداہ نفسی وروحی وابی وجدی کی قوتِ قدسیہ کا فیضان ہے۔

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیٰ محمّد وعلیٰ آل محمّد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انّک حمید مجید +

بقایا داران
اپنے بقایا جات جلد ادا فرما کر ادارہ سے تعاون فرمائیں!
(مینجر)

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد[1]

(از جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

مبارک وہ جو اس ظلمت میں آبِ زندگی لایا
نگاہ و دل کو تڑپایا تو رُوح و جاں کو گرمایا

وہ تنہا تھا مگر تنہا ہر اک دشمن سے ٹکرایا
نہ کچھ ظلمت سے وہ جھجکا، نہ کچھ باطل سے گھبرایا

ہر اک سختی گوارا کی ہر اک بیداد کو جھیلا
ہر اک مشکل کو اپنایا۔ ہر اک اُلجھن کو سلجھایا

ہزاروں آندھیوں کے سامنے اُس بندۂ حق نے
ہر اک سیلاب کو روکا۔ ہر اک طوفان پہ چھایا

اُسی نے اس زمانے میں خدا کے نُور کو دیکھا
اُسی نے اس زمانے میں خدا کا نُور دکھلایا

یہ اُسی تابشِ حُسنِ کرامت تھی کہ کیا شے تھی
جُھکایا اپنا سر خورشید نے اور چاند گہنایا

کیا شامل جو ہم کو حلقۂ خدام میں اختر
حقیقت میں خدا نے ہم پہ یہ احسان فرمایا

[1] یہ نظم بھی جلسہ سیرت مسیح موعودؑ ربوہ میں پڑھی گئی تھی۔

شانِ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ

(رقمیہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب احمدی قاضی خیل ہوتی ضلع مردان سرحد)

فخر الرسل خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ
بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ حضرت محمد مصطفیٰ

عکسِ جمیع انبیا آئینۂ کُل اصفیا
سرچشمۂ بحر الہدیٰ حضرت محمد مصطفیٰ

آں خاتمِ پیغمبراں آں والدِ روحانیاں
آں رونقِ امّ القریٰ حضرت محمد مصطفیٰ

آں رحمۃٌ للعالمیں آں شارعِ شرعِ مبیں
آں بہتر از ہر ماسویٰ حضرت محمد مصطفیٰ

تصویرِ اوصافِ حمید تفسیرِ قرآنِ مجید
بہرِ امامت مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ

آں مہبطِ روح الامیں آں مسقطِ وحیِ مبیں
ما ضَلَّ قَطُّ ما غویٰ حضرت محمد مصطفیٰ

گلدستۂ ہر نوعِ گُل مجموعۂ جملہ رُسل
آں مظہرِ ربِّ العلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ

گوید ہمیں یوسف گدا در ہر نفس صبح و مسا
صَلِّ علیٰ صَلِّ علیٰ حضرت محمد مصطفیٰ

"الفردوس"
انارکلی میں
لیڈیز کپڑے کے لئے
آپ کی اپنی
دُکان ہے
"الفردوس"
۸۵- انارکلی۔ لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں
آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بے نظیر تحفہ
نور کاجل

● آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
● بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔
● نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
● آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
● آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔
● خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔
بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے۔ اور پچاس سالہ تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔
لہٰذا
اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی آنکھوں کو تندرست اور خوبصورت رکھنے کے لئے ہمیشہ نور کاجل استعمال کیجئے!
بوقت ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔
قیمت فی شیشی:- ایک روپیہ چار آنے
علاوہ محصولڈاک و پیکنگ
تیار کردہ
خورشید یونانی دواخانہ۔ گولبازار ربوہ

شانِ قرآن مجید

(حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ
کے تازہ ترین الفاظ پر تضمین پیش ہے)

عقل ہو ہر چند کامل وحی کی محتاج ہے
جیسی کل محتاج تھی ویسی ہی محتاج آج ہے
اسلئے اسلام میں قرآن ہی کا راج ہے
ہر صدی میں تازہ تر الہام مثل تاج ہے
بشنوید از مصلح موعود فرمانِ خدا
عاقلاں را پیر کامل جاہلاں را رہنما

جس نے سیکھا مصلح موعود سے قرآن ہے
وہ معینِ دینِ حق ہے صاحبِ عرفان ہے
احمدیت کی حقیقت پر اسے ایمان ہے
از پئے قرآں اس کا مال و جاں قربان ہے
اتباعِ حضرت محمود میں اس کی ندا
عاقلاں را پیر کامل جاہلاں را رہنما

پھر حریمِ شوق میں شورِ بلیٰ پیدا ہوا

(از جناب مولوی مصلح الدین احمد صاحب راجیکی مرحوم)

محفلِ ہستی میں پھر جوشِ لقا پیدا ہوا
پھر دلِ مضطر میں کیفِ ماضی پیدا ہوا
پھر الستِ ناز کے نغموں سے جاگی کائنات
پھر حریمِ شوق میں شورِ بلیٰ پیدا ہوا
پھر کوئی منزلگہِ مقصود سے آئی صدا
پھر کسی بھٹکے ہوئے کا آسرا پیدا ہوا
پھر سرشکِ لالہ گوں سے معذرت کی حُسن نے
پھر نگاہِ بے رُخی میں اعتنا پیدا ہوا
پھر محبت کے جنوں خانے سے اُٹھے ولولے
پھر دلِ وحشی میں جوشِ التجا پیدا ہوا
پھر کسی کے حُسنِ محشر خیز سے اُٹھی نقاب
پھر حریمِ جاں میں شورِ مرحبا پیدا ہوا

شذرات

(۱)

مولانا ابوالکلام آزاد اور وفات مسیحؑ

ذیل میں کتاب ملفوظات آزاد مولفہ مولانا محمد اجمل خان صاحب سے ایک شخص کا خط اور اس کا مولانا ابوالکلام آزاد کی طرف سے جواب درج کیا جاتا ہے:-

"جناب مولانا ابوالکلام آزاد صاحب
مد فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ابھی مولانا آپ کی اپنے ہاتھ کی تحریر دیکھے ہوئے مدت ہوگئی۔ آنکھوں کو انتظار نے بیمار کر دیا۔ براہ کرم ایک کتاب مدلل اور مفصل لکھ دیں۔ جس کے بعد روز روز آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو کسی تردید کی ضرورت پیش نہ آئے کیا معنی یہ مرزائی لوگ آپ کی طرف مختلف معاملات منسوب کرتے رہتے ہیں اور بعض حوالہ جات بھی دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً تذکرہ، وکیل وغیرہ کبھی کہتے ہیں مولانا وفات مسیح کے قائل ہیں، کبھی کہتے مولانا نے مرزا صاحب کی تعریف کر دی ہے براہ کرم ایسی فیصلہ کن کتاب لکھ دیں کہ پھر بولنے کی جرأت نہ رہے اور اس میں یہ بھی درج فرما دیں کہ اس کے ذریعہ تمام پرانی تحریریں منسوخ ہیں اور پرانے خیالات بھی تاکہ پرانی باتوں کے ذکر کی گنجائش نہ رہے بینوا وتوجروا۔

المکلف :- (ڈاکٹر) انعام اللہ خاں
سالار منیشنز ۲۱۰
کوچہ خوشی محمد، بلوچستان

جواب

(۱) وفات مسیح کا ذکر خود قرآن میں ہے
(۲) مرزا صاحب کی تعریف یا برائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ

تو برا ہے تو بھلا ہو نہیں سکتا اے ذوق
وہ برا خود ہے کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے"

(ملفوظات آزاد ص۱۳۰)

(۲)

مسٹر دولتانہ سابق وزیر اعلیٰ صوبہ پنجاب پر حکومت کے الزامات

"لاہور۔ ۲۵ فروری میاں ممتاز محمد خاں

دولتانہ نے بھی چھ سال کے لئے سیاسیات سے کنارہ کش ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے اور آپ نے اپنے اس فیصلے سے ایبڈو ٹریبونل کو مطلع کر دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبائی ایبڈو ٹریبونل نے میاں صاحب کو اظہار وجوہ کا جو نوٹس بھیجا تھا وہ اسے چیلنج نہیں کریں گے۔

پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ اور سابق مسلم لیگ کے ممتاز لیڈر میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے ایبڈو ٹریبونل کے نوٹس کا جواب بدھ کو بھیج دیا تھا جس میں انہوں نے ٹریبونل کو اطلاع دی تھی کہ وہ از خود اکتیس دسمبر سنہ ۱۹۶۶ء تک سیاسیات سے کنارہ کش ہونے کو تیار ہیں۔ چنانچہ ایبڈو ٹریبونل نے اس جواب کے پیش نظر حکم دیا ہے کہ مسٹر دولتانہ کے خلاف تمام کارروائی فوری طور پر بند کر دی جائے اس کے ساتھ ہی ٹریبونل نے یہ حکم بھی جاری کیا ہے کہ مسٹر دولتانہ اکتیس دسمبر سنہ ۱۹۶۶ء تک کسی انتخابی ادارے کا رکن یا امیدوار بننے کے اہل نہیں ہوں گے صوبائی ایبڈو ٹریبونل کے صدر مسٹر جسٹس محمد شریف ہیں۔

الزامات

میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کو اظہار وجوہ کا جو نوٹس جاری کیا گیا آج شام اس کی اشاعت کی اجازت بھی دے دی گئی ہے مسٹر دولتانہ پر پہلا الزام یہ ہے کہ ۵۲ء ۱۹۵۱ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک کے سلسلے میں جو ہمہ گیر فسادات ہوئے تھے ان کی ذمہ داری اس حد تک مسٹر دولتانہ پر عائد ہوتی ہے کہ صوبے کے وزیر اعلیٰ اور لا اینڈ آرڈر کے محکمے کے سربراہ کی حیثیت سے وہ ایسی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کے مرتکب ہوئے جو سرکاری عہدہ اور اختیارات کے ناجائز استعمال، دانستہ بدانتظامی اور سرکاری نیز عوامی رقوم کو دانستہ طور پر غلط مصرف میں لانے کے مترادف تھیں۔ نوٹس میں سابق وزیر اعلیٰ کی ان کارروائیوں کی مندرجہ ذیل تفاصیل پیش کی گئی ہیں:-

۱۔ انہوں نے دیدہ و دانستہ ایسی صورت حال پیدا ہونے کی اجازت دی کہ بے لگام اور رجعت پسند عناصر نے امن عامہ میں خلل ڈالا اور سرکاری و نجی املاک کو خاصا نقصان پہنچایا۔ وہ (مسٹر دولتانہ) بروقت کارروائی کرنے میں ناکام رہے انہوں نے بعض مواقع پر مداخلت کرنے کے متعلق پولیس اور مجسٹریٹ کے مقتدر ترین افسروں کی سفارشات بھی نظر انداز کر دیں اور ایسے فیصلے کئے جنہیں انتظامی نقطہ نظر

سے کسی طرح بھی حق بجانب قرار نہیں دیا جا سکتا اس کا نتیجہ شدید جانی اور مالی نقصان کی صورت میں برآمد ہوا۔ املاک کو جو نقصان پہنچا اس کی مالیت کا تخمینہ بارہ لاکھ تراسی ہزار روپے کے لگ بھگ ہے۔

۲۔ وہ کوئی یکساں اور مضبوط پالیسی اختیار کرنے میں ناکام رہے انہوں نے ایجی ٹیشن کرنے والوں کے خلاف دائر کردہ فوجداری مقدمات واپس لینے کی اجازت دیدی اور سزا پانے والے احراری لیڈروں کی رہائی کی ہدایات جاری کیں۔

۳۔ انہوں نے متذکرہ تخریبی تحریک کا رُخ پاکستان کی مرکزی حکومت کی طرف موڑ کر مملکت کے استحکام کو نقصان پہنچایا ان کی نیت یہ تھی کہ اس حکومت کو کمزور کیا جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو اس کے اعتبار اور وقار کو تباہ کر دیا جائے خود انہوں نے اس بارے میں یہ پوزیشن اختیار کی کہ اس صورت حال کی ذمہ داری مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے جو مجلس عمل کے مطالبات تسلیم کرنے میں ناکام رہی اور اس طرح صوبے میں امن اور قانون بحال رکھنے میں دشواریاں پیدا ہو گئیں۔ مسٹر دولتانہ کا خیال تھا کہ اس طرح مرکزی حکومت مشکلات میں گھر کر متذکرہ مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گی اور وہ خود نہ صرف قوم کے ہیرو بن جائیں گے بلکہ تمام دنیا ان کے اس کارنامے پر انہیں خراج تحسین پیش کرے گی۔

۴۔ مسٹر دولتانہ نے احراری کارکنوں اور ان دوسرے علماء کی سرپرستی کی جو ایجی ٹیشن کو ہوا دے رہے تھے اس مقصد کے لئے انہوں نے ان علماء کو محکمہ اسلامیات میں تنخواہ دار لیکچراروں کی حیثیت سے ملازم رکھا۔ یہ محکمہ مسٹر دولتانہ کی براہ راست نگرانی میں تھا۔ ان کے اس طرز عمل سے صوبائی حکومت کو نو ہزار نو سو روپے نو آنے کا ناجائز بوجھ برداشت کرنا پڑا۔

۵۔ انہوں نے دانستہ طور پر اور کسی قانونی نظیر کے بغیر دو لاکھ تین ہزار روپے کی رقم جو تعلیم بالغاں کی مہم کے لئے محکمہ تعلیم کو دی گئی تھی اپنے محکمے ـــــ تعلقات عامہ کے نام منتقل کر لی اور ہدایت کی کہ یہ رقم ان اخبارات کی خریداری پر صرف کی جائے جو اینٹی احمدیہ مہم کی حمایت کر رہے ہیں۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف امن عامہ کو نقصان پہنچانے والی سرگرمیوں میں مصروف اخبارات کی حوصلہ افزائی کی بلکہ حکومت کو بھی دو لاکھ تین ہزار روپے کا نقصان پہنچایا۔

۶۔ انہوں نے دانستہ طور پر پانچ ہزار روپے کی ایک اور رقم کا بھی ناجائز استعمال کیا یہ رقم لائل پور مسلم لیگ نے انہیں صوبائی مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے پیش کی تھی انہوں نے

رقم اخبار آفاق لمیٹڈ کے حصص کی خریداری کے لئے اس وقت کے ڈائریکٹر محکمہ تعلقات عامہ میر نور احمد کے صاحبزادے اقبال احمد کے نام منتقل کر دی۔

۷۔ پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے انہوں نے مسلم لیگ کے کارکنوں کو اینٹی احمدیہ تحریک میں شامل ہونے سے روکنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا اور اس کے برعکس انہوں نے متذکرہ ایجی ٹیشن میں حصہ لینے والے مسلم لیگی کارکنوں کی ہر ممکن طریقے سے حوصلہ افزائی کی اور یہ ایجی ٹیشن بالآخر ایک عوامی تحریک بن گئی۔

میاں ممتاز محمد خان دولتانہ مغربی پنجاب کی حکومت میں وزیر خزانہ تھے اور اس حیثیت میں ٹرانسپورٹ کا محکمہ بھی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک ان کے پاس رہا۔ ان دنوں راولپنڈی کے مسٹر منظور الحسن نے جو مسٹر دولتانہ کے گہرے دوست تھے ان سے راولپنڈی ٹرانسپورٹ کمپنی کے لئے روٹ پرمٹ کی درخواست کی مسٹر دولتانہ ان پر نظر عنایت کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے آفیسران سپیشل ڈیوٹی کے نام ایک نیم سرکاری خط لکھ کر ان سے کہا کہ وہ اس معاملہ میں مسٹر منظور الحسن کی امداد کی کوئی صورت تلاش کریں اور بالآخر مسٹر دولتانہ نے مسٹر منظور الحسن کو یہ روٹ پرمٹ عطا کر دیا۔ حالانکہ ان کا یہ اقدام ترجیحات کی سکیم کے پہلے پیراگراف کے مندرجات کے منافی تھا اس طرح مسٹر دولتانہ خویش پروری کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے اپنی اس حرکت سے مسٹر منظور الحسن کو تقریباً دو لاکھ باون ہزار روپیہ کا ناجائز نفع کمانے میں مدد دی۔

صوبائی ایبڈو ٹربیونل نے اپنے اس نوٹس میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کو مطلع کر دیا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو الزامات کی صفائی پیش کرنے کی بجائے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو سکتے ہیں ایسی صورت میں ان کے خلاف تمام کارروائی روک دی جائے گی اور وہ اکتیس دسمبر ۱۹۶۶ء تک کسی انتخابی ادارے کی رکنیت یا امیدواری کے نااہل متصور ہوں۔"

(نوائے وقت لاہور ۲۶ رفروری ۱۹۶۰ء)

(۳)

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا مسلک اور نفاق انگیز علماء

ہفت روزہ "المنبر" لکھتا ہے:۔

"جب مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے امام عبد العزیز سے حجۃ اللہ پڑھی تو اپنے جد امجد کے طریقے پر عمل شروع کیا انہوں نے اپنی ایک خاص

جماعت بھی تیار کی جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے اور وہ شافعیہ کی طرح رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ سنن پر عمل کرتے تھے جب افغانی علاقے میں ہجرت کا فیصلہ ہوا تو امیر شہیدؒ نے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ سے دریافت کیا کہ مولانا آپ رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟ مولانا نے کہا "رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے"۔ امیر شہیدؒ نے کہا "مولانا اب رضائے الٰہی کے لئے رفع یدین کرنا چھوڑ دیجئے"۔ اس کے بعد مولانا شہیدؒ کی مخلص جماعت نے بھی ان کی اطاعت میں یہ اعمال چھوڑ دئے۔"

مولانا شہیدؒ کا یہ طرزِ عمل صحیح اسلام کا آئینہ دار ہے لیکن ائمہ کے فروعی و جزوی اختلافات پر فرقوں اور مذہبوں کی بنیاد رکھنے والے علماء نے ملتِ اسلامیہ میں باہمی نفرت و نزاعات کو فروغ دیا چوتھی صدی میں یہ جماعتی اختلافات رونما ہوئے اور بہت جلد انہوں نے نزاعات کی شکل اختیار کر لی۔ ہر امام کے ساتھ ساتھ ایک گروہ منسوب ہوگیا۔ مذاہب اربعہ کے مقلدین میں باہمی رزم آرائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک مسلک کے پیروؤں نے دوسرے مذاہب کے مقلدین کو کافر کہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپس کی بدگمانی کا یہ عالم ہوگیا کہ محمود غزنوی نے ایک مرتبہ حنفیوں اور شافعیوں میں مناظرہ کرایا تو اسے ایک عربی دان عیسائی کو ثالث مقرر کرنا پڑا۔

ان نزاع پسند اور نفاق پرور علماء نے فقہ اسلامی کے ذریعہ تمام دنیائے اسلام کو فتنوں اور فسادات سے بھر دیا۔"

(المنبر ۱۷ فروری سنہ ۶۰ء)

(۴)

شاعری اور شانِ نبوّت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور لکھتا ہے :-

"بسا اوقات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے اشعار بھی سن لیتے یا فرما لیتے جن سے صدمات کے صدموں کی تلافی مقصود ہوتی تاکہ گو ناگوں بلا کی کوفت کم ہو جائے دل کا بارِ غم ہلکا ہو جائے اور مصیبت مصیبت کے بجائے اس کی نظر میں ایک انعامِ الٰہی بن جائے مثلاً غزوہ احد کے موقعہ پر آپ کا یہ پڑھنا :-

هل انت الا اصبعٌ دميت۔
وفی سبيل الله مالقيت

تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور یہ محض اللہ کی راہ میں ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے اس کی تہ میں متعدد چیزیں ہیں۔"

اس طرزِ بیان میں جو جو درمعانی پوشیدہ

ہیں انکو وہی زچ کر سکتے ہیں جو اپنے دل بیدار اور چشم بینا کے لئے ایک محبوب بھی رکھتے ہیں بہرحال اس سے کہنے کا ایک مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کا زاویۂ نگاہ بھی بدل جائے جن کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت حیران کن تھی کہ بلاؤں سے بالاتر صرف حق تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اس کے نام لیواؤں کی نہیں ہوتی بلکہ ان کی ترقی درجات کیلئے بلاؤں کا ہونا ہی ضروری ہوتا ہے اس سے شانِ الوہیت اور مقام عبدیت کا فرق واضح ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ یہ صدمہ مطلوب صدمہ ہے چوم کر آنکھوں پر رکھنے والا صدمہ ہے یہ طاغوت اور نفس کی راہ چلنے کا نتیجہ نہیں بلکہ راہِ حق پر چلنے کے انعامات ہیں۔ اس کے علاوہ بتانا یہ بھی ہے کہ آخر یہ ہو گیا تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑا۔ انگلی ہی تو ہے جس کو ایک زخم آیا ہے یہاں تو سر مطلوب ہے اگر اس نے اتنی ہی قربانی قبول فرما لی ہے تو بہت ہی سستے چھوٹے ہیں۔

فرمائیے! یہ شعر کہے جا رہے ہیں یا وعظ و تبلیغ ہو رہی ہے؟

اسلام میں ان اشعار کے لئے مقام محمود بھی موجود ہے۔ جن کی حیثیت زبان کے جہاد کی ہے چنانچہ شعر و شاعری کی بابت ایک سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا۔ ایک مومن تلوار کی طرح زبان سے بھی لڑتا ہے۔"

(ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث ۲۶ فروری ۱۹۶۰ء)

(۵)

اخبار "صداقت" کا تند لہجہ

اخبار "صداقت" گوجرہ کے مالک اور شیعہ قوم کے مناظر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے ایک دوسرے شیعہ لیڈر مظفر علی صاحب شمسی سیکرٹری ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

(الف) "تم پاکستان بننے کے بعد ہمیشہ شیعہ سُنی کو لڑانے کے لئے ملک میں محاذ قائم کرتے رہے لیکن ہمیشہ قوم کو دھوکہ دیتے رہے تم نے مذہب اہلبیت کے لئے جیلوں کی ہوا نہیں کھائی بلکہ پیٹ پوجا کیلئے احرار کا آلۂ کار بن کر صوبے کے امن و امان کو تباہ کیا اور غریب مسلمانوں کو فساد کی بھٹی میں جھونک کر روپوش ہو گئے ورنہ بتاؤ اگر تم ایسے ہی مذہب کے شیدائی ہو تو حسینی محاذ ناروال سے برقعہ اوڑھ کر کیوں بھاگے۔ لکھنؤ ایجی ٹیشن میں جب ہر عالم فاضل رئیس و غریب سنت سجاد ادا کر رہا تھا۔ اس وقت تم احرار کی بزم کی زینت کیوں بنے ہوئے تھے؟"

(ب) "میرے پاس تمہارے اخلاقی جرائم خاندانی حالات کے ترياقوں کی اتنی طویل فہرست موجود ہے کہ اگر وہ منظر عام پر آگئی تو پھر تمہارا ٹھکانا پاکستان میں نہیں ہوگا بلکہ "دیودت" اور "دیوراج" کی آغوش ہی میں پناہ ملیگی۔ اِس طویل فہرست میں سے بطور نمونہ مولوی وزیر حیدر صاحب کوٹ سمابہ اور غریب بدرالدین متولی امام باڑہ گوجرہ کی پریشان حالی گواہ ہے آپ دوسروں پر گند اُچھالنے سے پہلے اپنے مکان کے آس پاس کے ان نوخیز نوجوانوں کے تاثرات معلوم کرلیں جن کی زندگیاں تمہارے ہاتھوں تباہ ہوئیں۔ مجھے تمہارا چیلنج منظور ہے کہ مَیں ان زخم خوردہ لوگوں اور نونہالانِ ملت کو آواز دینے والا ہی ہوں جو تیری ہوس رانیوں کا شکار ہوئے اور جنہیں تو نے ہیرا پھیری کرکے نانِ شبینہ سے محتاج کر دیا۔ تو بھی اپنے خلوت وجلوت کے ساتھی خبیر وعلیم اور اپنے بچپن کے مربّی عطاء اللہ شاہ بخاری اور قمار بازوں کی ذرّیت کو لے کر میدان میں آجا۔ قوم خود فیصلہ کرلیگی کہ کون مذہب کے لئے مفید ہے اور کون مذہب کی ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔"

(صداقت ۱۵ مارچ سنہ ۶۲ء)

ہمارے نزدیک "حقائق" کے اظہار کے لئے یہ زبان اور یہ لہجہ ہرگز مناسب نہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ شیعہ قوم کے دانشمند اور دردمند لیڈران صاحبان کو اس قسم کے اندازِ تحریر سے روک سکیں؟ ملکی فضا میں اِس اسلوبِ نگارش سے کوئی بہتری پیدا نہیں ہوسکتی۔

(۶) بلا تبصرہ

ہفت روزہ صداقت گوجرہ میں شائع شدہ نظم "ہدیہ اسلام" کے تین شعر ملاحظہ ہوں۔ لکھا ہے ؎

جب کبھی ہوتا ہے زمانے میں کوئی شر پیدا
کر ہی دیتا ہے خدا کوئی پیمبر پیدا
وقت کے نت نئے فتنوں کا تقاضا ہے یہی
کبھی شبیر ہوں پیدا کبھی شبّر پیدا
آنچ ناموس پیمبر پہ اگر آتی ہو
کیوں ہو نہ حافظِ ناموس پیمبر پیدا

(صداقت ۱۵ مارچ سنہ ۶۲ء)

پھر سمجھ نہیں آتا کہ شیعہ صاحبان امکانِ نبوّت کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

ضروری اعلانات

(۱) رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دسویں تاریخ ہے۔

(۲) رسالہ کی سالانہ قیمت مبلغ پانچ روپے پیشگی آنی چاہیئے۔

(۳) بیس تاریخ تک رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت پر رسالہ دوبارہ بھیجا جائے گا ورنہ نہیں۔

(۴) خریدار حضرات اپنے پتہ کی تبدیلی کی جلد اطلاع فرمایا کریں۔

(مینجر الفرقان ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

روزنامہ الفضل ربوہ

الفضل جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے۔ جماعت احمدیہ ایک تبلیغی اور علمی جماعت ہے اس کی اشاعتِ اسلام کے متعلق کوششیں دُنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہیں۔ روزنامہ الفضل کے ذریعہ علمی اور تربیتی عالمانہ مقالات کے علاوہ اسلام کی ترقی کے متعلق جملہ خبریں بھی اشاعت پذیر ہوتی ہیں اور دُنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کے مجاھدین کی کامیابیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ مخالفینِ اسلام کے غلط اعتراضات کی تردید کی جاتی ہے سلسلہ احمدیہ کی تنظیم اور تحریکات کا علم بھی اِس روزنامہ سے ہوتا ہے سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اِس روزنامہ کے ذریعہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خطبات جمعہ اور دیگر لیکچر پورے انتظام کے ساتھ شائع ہوتے ہیں۔ ملکی تحریکات اور دُنیا بھر کی اہم خبریں بھی اشاعت پذیر ہوتی ہیں۔ الغرض روزنامہ الفضل ایک بے نظیر روزنامہ ہے۔ دینی اور دنیوی خبروں کا خزانہ ہے۔ بناءبریں اِس اخبار کی خریداری میں سراسر نفع ہے۔

مینیجر روزنامہ الفضل ربوہ۔ پاکستان

فہرستِ کتب مکتبۂ الفرقان ربوہ

نمبر شمار	نام کتب		قیمت		
۱	بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے	مجلد	۲	۴	-
۲	بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ	"	۱	۱۲	-
۳	احکام القرآن		۳	۸	-
۴	اسلام پر ایک نظر		-	۱۰	-
۵	رسالہ فتوحاتِ الٰہیہ	مجلد	۱	-	-
۶	نیو ڈسکوری (انگریزی، عربی اور اردو کا ٹریکٹ)		-	۲	-
۷	ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مجلد	۴	-	-
۸	حقیقۃ النبوۃ (حصہ اوّل)		۳	-	-
۹	تاریخ تبلیغ اسلام در ہندوستان		۱	۸	-
۱۰	درود شریف		۱	۴	-
۱۱	کلمۃ الحق (شیعوں سے مباحثہ)		-	۸	-
۱۲	نشانِ رحمت (الہامات حضرت مسیح موعودؑ)		-	۴	-
۱۳	اسلام کا اقتصادی نظام				
۱۴	نظامِ نو		۱	۴	-
۱۵	حیات قدسی (حصہ چہارم)				
	المقالات القدسیہ فی برکات الاحمدیہ		۲	-	-
۱۶	نبذۃ از کلامِ احمد علیہ السلام (فارسی)	مجلد	-	۱۲	-
۱۷	مکتوباتِ احمدیہ جلد ہفتم (حصہ اوّل)		۱	۸	-
۱۸	قادیانی مسئلہ کا جواب		-	۱۲	-
۱۹	بیاضِ مسیحا جلد دوم		۲	۴	-
۲۰	تبصرہ (مولانا مودودی صاحب کے تحقیقاتی عدالت میں تحریری بیان پر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ)		-	۱۵	-
۲۱	مسلمان عورت کی بلند شان	غیر مجلد	۱	۴	-
	" " "	مجلد	۱	۸	-
۲۲	حیات بقاپوری (حصہ دوم)		-	۱۲	-
۲۳	ہماری ہجرت اور قیام پاکستان	غیر مجلد	-	۶	-
۲۴	مطالباتِ تحریک جدید	مجلد	۱	۸	-
۲۵	اسلامی اصول کی فلاسفی		-	۱۲	-

نمبر شمار	نام کتب		قیمت		
۲۶	تبلیغ ہدایت	مجلد	۳	-	-
۲۷	مختار نگل الموسوم بہ دل کا سرور		۱	-	-
۲۸	مقامات النساء (احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)		۱	-	-
۲۹	اصولِ قرآن فہمی		-	۸	-
۳۰	محاسن کلام محمود		-	۸	-
۳۱	اسوۂ کامل (تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)		-	۴	-
۳۲	تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان		-	۲	-
۳۳	علمی معجزہ (براہین احمدیہ کا ایک بصیرت افروز مقالہ)		-	۶	-
۳۴	نئی دنیا کس طرح تعمیر ہو سکتی ہے		-	۲	-
۳۵	اسلام اور اشتراکیت پر ایک نظر		-	۱	-
۳۶	سچی پکار		-	۲	۶
۳۷	داغِ ہجرت		-	۲	۶
۳۸	تبلیغ مہدی		-	۴	۶
۳۹	واقعات شہید مرحوم رض		-	۳	-
۴۰	شاندار فتح		-	۱	-
۴۱	عقائدِ احمدیت کی دس خصوصیات		-	۲	-
۴۲	ان کے عقائد اور ہمارے اعمال		-	۲	-
۴۳	بانیٔ بہائیت کا دعویٰ الوہیت		-	۱	-
۴۴	کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین یعنی خاتم النبیین کے بہترین معنے		-	۱	-
۴۵	کلید ترجمہ قرآن مجید	جلد اوّل	۲	۸	-
	" "	جلد دوم	۲	۸	-
۴۶	نقر احمدیہ (شمع حرم معہ قندیل حرم)		۳	-	-
۴۷	امام المتقین		۱	۸	-
۴۸	نجات المسلمین		-	۱۲	-
۴۹	تلخیص العربیہ		۲	۸	-
۵۰	حیاتِ قدسی (حصہ اوّل)		۱	-	-

ملنے کا پتہ :- مینیجر مکتبہ الفرقان - ربوہ

طابع وناشر :- ابو العطاء جالندھری * مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ * مقامِ اشاعت :- دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ